TIGHT BINDING BOOK

TOTAL DAMAGE BOOK

The Drinched Book

UNIVERSAL LIBRARY
OU_224302
UNIVERSAL LIBRARY

جلد ۲۱

نظارہ پرستان

نامی مصنف رینالڈس کا زبردست ناول

اس مصنف کے حسب ذیل ناول بھی ملاحظہ فرمائیے

فسانہ لندن (سلسلہ اول و دوم) باپ کا قاتل - خونی تلوار - وغیرہ

مصنف
جارج ڈبلیو - ایم رینالڈس

مترجم
تیرتھ رام فیروزپوری

اگر آپ اب تک اس ناول کے مستقل خریدار نہیں ہیں تو پہلے سالانہ قیمت ادا
کر کے اب بن جائیے - اتنی بڑی ایک جلد ماہوار حاضر خدمت ہوتی رہیگی

لال برادرس

مقام اشاعت :- دہلی

ہمدم فیروزے سپار سنز روڈ نولکھا لاہور
تیج پریس دہلی میں باہتمام سوامی رلانند سنیاسی چھپی

اشاعت اول
قیمت عمر

حقوق محفوظ

رینالڈس کا بلند ترین ناول

مسٹریز آف لندن

اردو ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے قلم سے

سلسلہ اول

رینالڈس کے ناولوں میں سب سے دلچسپ اور عبرت خیز ہے قابل مصنف نے اس میں نیکی اور بدی کے دو راستے معین کئے ہیں اور دو نوجوان ایک ہی وقت میں ان دو سڑکوں پر ایک ہی منزل مقصود کامیابی کی طرف روانہ ہوتے ہیں پہلی دشوار گذار اور پر شور مقامات سے گذرتی ہے مگر اس کے کنارے جابجا آسائش فرودگاہیں موجود ہیں۔ دوسری سیدھی ڈھلوان اور بظاہر شاداب مگر چلنے والے کے لئے ہر قسم کے خطرات سے پُر ہے مصنف یہ دکھانا چاہتا ہے کہ باوجود ہر قسم کی صعوبتوں کے نیکی کی شاہراہ ہی انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے میں کامیاب ہوتی ہے۔

یہ اس ناول کا خاص پلاٹ ہے۔ مگر جزوی طور پر اس قدر متنوع۔ ایسے عجیب اور اتنے حیرت خیز کیرکٹر شامل کئے گئے ہیں کہ انسان پڑھتا ہے مگر سیر نہیں ہوتا۔

۱۷ جلدوں میں مکمل ضخامت ۴۴۰۰ صفحوں سے زیادہ۔ قیمت ۱۵ محصولڈاک الگ۔

جدا جدا حصے بھی طلب کئے جا سکتے ہیں۔ حصہ اول کی قیمت عہ اور باقی ہر حصہ کی ۱۲ علاوہ محصولڈاک ہے

سلسلہ ثانی

رینالڈس کے معرکۃ الآرا ناول مسٹریز آف لندن کے دو سلسلے ہیں یا یوں کہنا چاہئے کہ دو جداگانہ داستانیں ہیں جنہیں اس نام سے شائع کیا گیا ہے۔ سلسلہ ثانی سلسلہ اول سے بلحاظ نفس مضمون بالکل مختلف ہے۔ اس ناول کا میٹر جدا۔ کیرکٹر الگ اور پلاٹ بالکل علیحدہ ہے۔ مگر دلچسپی اور سحر نگاری کے اعتبار سے یہ سلسلہ ... اگر ممکن سمجھا جائے ... تو سلسلہ اول پر بھی فوقیت رکھتا ہے۔

اس سلسلہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ جہاں سلسلہ اول میں امیر طبقہ کی برائیاں دکھائی ہیں۔ وہاں اس میں ان کی خوبیوں کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ قابل مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ دولت ہر حال میں انسان کی فطری خوبیوں کو تلف نہیں کر دیتی اور اگر دل میں فیاضی اور شرافت کا جوہر موجود ہو تو وہ اپنے [illegible] بہتری کے لئے کیونکر صرف کر سکتا ہے۔

۲۵ جلدوں میں مکمل ضخامت ۴۱۲۶ صفحوں سے زیادہ قیمت ۱۵ محصولڈاک الگ۔

جدا جدا حصے بھی طلب کئے جا سکتے ہیں ہر حصہ کی قیمت ۱۲ علاوہ محصولڈاک ہے۔

لال برادرس ۷ سپارسنز روڈ نولکھا لاہور

اب تک ہمارے اس ناول کے مستقل خریدار نہیں بنے تو منی آرڈر بھیجکر اب بن جایئے
سال بھر تک اتنی بڑی ایک جلد ماہوار حاضر خدمت ہوتی رہے گی۔

اکیسویں جلد

نظارہ پرستان

جارج ڈبلیو۔ ایم۔ رینالڈس کے سب سے زبردست ناول کا ترجمہ

بترجمہ رام فیروزپوری

مترجم فسانہ لندن۔ خونی تلوار۔ وطن پرست وغیرہ

سنہ ۱۹۲۵ء

لال برادرس
دہلی

ہیڈ آفس ۔ ۲۔ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

اشاعت اول　　قیمت عہ ر　　حقوق محفوظ

فرانس کے ریبالڈس الیگزینڈر ڈوماس کے ناول

اس مصنف کو جو قریباً نصف صدی اس طرف فرانس میں ہو گذرا ہے۔ دنیا کے بہترین فسانہ نگاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ بسیار نویس ہونے کے باوجود اس کے ناول اتنے دلچسپ ایسے پُر لطف اور ایسی زبردست کشش رکھنے والے ہیں کہ ناقدانِ یورپ کو بارہا شک ہونے لگا ہے کہ کیا یہ سب کارنامے اسی ایک شخص کی تصنیف ہو سکتی ہیں؟ اس نے تاریخ۔ افسانہ اور ناٹک کو عجیب دلآویز طریقہ پر آمیز کیا ہے۔ ہماری سفارش پر اس کا کوئی ناول ضرور دیکھئے۔ پھر آپ یقیناً باقی کے مطالعہ پر مجبور ہوں گے۔

اسرار دربار پیرس۔ یہ ترجمہ جو منشی غلام قادر فصیح سیالکوٹی نے آج سے ربع صدی پیشتر شائع کیا تھا۔ اس ناول میں فرانس کی درباری زندگی کی حیرت خیز جھلک دکھائی گئی ہے۔ بڑا موثر، پُر اسرار اور سبق آموز فسانہ ہے۔ مکمل ۴۰۰ صفحے قیمت ۳؍

وطن پرست۔ نامی ناول ریجنٹس ڈاٹر کا ترجمہ از منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری۔ اتنا دلچسپ حیرت خیز اور دردناک افسانہ شاید کبھی آپ کی نظر سے نہیں گذرا ہوگا۔ دنیا بھر کے پولیٹیکل ناولوں میں یہ اپنی نظیر آپ ہے۔ ایک محب وطن نوجوان اپنے ملک کو آزاد کرانے کے لئے گھر سے نکلتا ہے مگر جلدی ہی اسیر قید ہو جاتا ہے۔ قید خانہ میں اس کو عذاب عظیم کی دھمکی دی جاتی ہے۔ مگر جرأت و استقلال کے ساتھ وہ پائے ثبات قائم رکھتا ہے۔ اس کی کیفیت پڑھنے والے پر وجد کی حالت طاری کرتی ہے۔ ان رزمیہ کارناموں کے پہلو بہ پہلو ایک عاشق صادق نازنین کی داستان محبت اور بھی دلچسپی پیدا کرتی ہے۔ پلاٹ اور بیان میں بینظیر یہ ناول مکالمہ میں بالکل میلو ڈراما کا لطف دیتا ہے۔ فی الحقیقت اگر آپ اس کا مطالعہ کرتے وقت تخیل میں سٹیج قائم کر لیں۔ تو اس کے سارے کیرکٹر زندہ ایکٹروں کی طرح نقل و حرکت کرتے نظر آتے ہیں۔ گویا مصنف نے اپنے زور تحریر سے ایک بے جان قصہ کو جاندار ناٹک کی حیثیت دے دی ہے۔ ۴۰۰ صفحے مجلد قیمت ۳؍

موتیوں کا جزیرہ۔ "کونٹ آف مونٹی کرسٹو" کا ترجمہ از منشی غلام قادر صاحب فصیح سیالکوٹی مرحوم۔ اتنا دلفریب قصہ ہے کہ لارڈ سالسبری وزیر اعظم برطانیہ اسے ہمیشہ اپنے سرہانے رکھا کرتے تھے اور ان کا قول تھا کہ میں اسے بار بار پڑھ کر بھی نہیں تھکتا۔ اس ناول کا تعلق اس زمانہ سے ہے جب نپولین ایلبا سے فرار ہو کر فرانس میں واپس آیا۔ چار جلدوں میں ۱۲۵۰ صفحے۔ قیمت ۵؍

لال برادرس ۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

نظارہ پرستان

٢١ اکیسویں جلد

باب - ١٢٥

آئینِ تفنن

داستان کا منظر پھر صدر مقام عالم میں تبدیل ہوتا ہے۔ جہاں پر ہم اپنے کرم گستر ناظرین کو اس عالیشان مکان میں لے چلتے ہیں۔ جو ڈیوک آف مارچ مونٹ نے اپنی حال کی داشتہ مسز اکنڈن کو شہر کے فیشنیبل حصہ میں کرایہ پر لے دیا تھا۔ اس خاتون نے جن حالات میں ڈیوک سے تعلق پیدا کیا۔ اس کی یاد تازہ کرنا غالباً لاحاصل ہوگا۔ مختصر یہ کہ اس گفتگو کو جو بلگریو سکوئر والے محل میں ڈیوک اور برک کے درمیان ہوئی تھی۔ اسے کئی ایک راز کی باتیں معلوم ہو چکی تھیں اور اس واقفیت نے ہی اس کو وہ اختیار عظیم دیا تھا جس کے آگے ڈیوک آف مارچ مونٹ جیسے خود سر امیر کو مجبوراً جھکنا پڑا۔

مکان ہر طرح قیمتی سامان اور شیشہ آلات سے آراستہ اور بے شمار نوکر مسز اکسٹڈن کی خدمت پر مامور تھے۔ عورت چونکہ جہاندیدہ تھی۔ اس لئے موقعہ سے فائدہ حاصل کرنا خوب جانتی تھی۔ اس جگہ آتے ہی اس نے اپنے اہتمام سے چاندی کے بھاری بھاری برتن تیار کرائے۔ اور سب شہر کے جوہریوں کی دوکانوں سے اتنے بیش قیمت زیورات خریدے کہ معلوم ہوتا تھا مشرق الہند کی ساری دولت اسی کے قبضہ میں آگئی ہے۔ ان چیزوں کے بل وہ ڈیوک آف مارچ مونٹ کے پاس بھجواتی۔ اور اسے لکھتی تھی کہ ان کا روپیہ فوراً ادا ہونا چاہئے۔ ڈیوک نے

اس کے لئے نفیس گھوڑا گاڑی کا انتظام کر دیا تھا۔ مگر مسز آکسنڈن نے زین سواری کے لئے بھی کئی گھوڑے خریدے۔ کیونکہ شہسوار ہونے کے علاوہ اس کو سواری کا لباس پہن کر مزا آتا تھا۔ مختصر یہ کہ اس نے ڈیوک کی دولت لٹانے اور اپنی مرضی منوانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا
مسز آکسنڈن کو ڈیوک آف مارچ مونٹ کے پاس رہتے بمشکل ایک مہینہ گذرا تھا کہ ڈیوک کو کئی ہزار پونڈ کے اسراف کا احساس ہوا۔ اس نے معلوم کیا کہ اگر اخراجات کی یہی رفتار قائم رہی تو بڑی مشکل کا سامنا ہوگا۔ یونہی مارچ مونٹ نے اس کی خودسر طبیعت کو روز اول ہی سمجھ لیا تھا مگر اب مسز آکسنڈن نے اپنے برتاؤ سے رہی سہی تصدیق کر دی۔ بارہا وہ اس افسوسناک واقعہ کو یاد کر کے سر دھنتا جس کی بدولت ایسی خودسر اور متکبر خاتون سے واسطہ پڑا۔ اور مارچ مونٹ ایسے شوریدہ سر آدمی کو ایک ادنٰے بازاری عورت کا غلام بننا پڑا۔ مگر کیا کرتا؟ امر واقعہ یہ ہے کہ دونو کے مزاج میں آتشی عنصر غالب تھا۔ ایسی حالت میں نباہ جس قدر محال و غیر ممکن ہوتا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ لیکن سچ پوچھئے تو ڈیوک کا تعلق خوشی کا نہیں۔ مجبوری کا تھا۔ دوا بے شک تلخ تھی مگر اسے پینے کے سوا چارہ نہ تھا۔ ویسے مسز آکسنڈن بڑی خوبصورت۔ وجیہ اور کافر جمال عورت تھی۔ مگر ڈیوک کو ان خوبیوں سے ذرا بھی حظ حاصل نہ ہوتا تھا۔ کیونکہ اس کے کڑے تیور اس کی خودسری اور سرشوری ہر وقت خائف کئے رکھتی تھی۔ علاوہ ازیں حسین و جمیل ہونے کے باوجود اس میں وہ نازک ادائی وہ عشوہ گری اور سحر آگینی جو عورت کے عیبوں کو اس کے محاسن بناتی ہے۔ موجود نہ تھی۔ اس لئے آہوئے رم کردہ کو مستی اور شوخی سے دام حسن میں گرفتار کرنا نہ جانتی تھی۔ اس کو تو فقط بزور اپنی مرضی منوانا آتا تھا۔

ان دنوں بونڈ سٹریٹ کے ایک نامی جوہری کی دوکان پر ایک بیش قیمت ہیرے کا زیور بکاؤ تھا۔ جس کی قیمت ....۸ پونڈ مقرر کی گئی تھی۔ بے شمار امیرزادیاں اور بیگمیں اس نایاب چیز کو دیکھنے گئیں۔ اور بہتوں نے مناسب تخفیف پر اس کی خریداری کے لئے آمادگی ظاہر کی مگر جوہری اپنی بات پر اڑا ہوا تھا۔ بیگمیں اپنے شوہروں اور امیرزادیاں اپنے والدین سے اس قیمتی زیور کی خرید کے لئے اصرار کرتی تھیں۔ مگر کسی کو اتنی بڑی رقم خرچ کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اسی طرح کئی ہفتے گزر گئے کسی کا سودا نہ بنا۔ اور زیور وہیں کا وہیں رکھا رہا۔

ایک روز مسز آکسنڈن اپنی شاندار دو اسپہ گاڑی میں سوار ہو کر سیر کرنے گئی۔ تو اس جوہری کی دوکان پر بھی جا پہنچی۔ اس سے پہلے دن وہ اسی دوکان میں کوئی اور چیز پسند کر گئی تھی۔ مگر

ں زیور الماس کا ذکر ابھی تک اس کے سننے میں نہ آیا تھا۔ شاگرد نے ظاہری شان و شوکت سے کسی امیر کبیر کی بیگم سمجھ کر قصداً اس کا ذکر چھیڑ دیا۔ اور جب مسز آکسنڈن نے جواب دیا۔ کہ میں نے یہ زیور اب تک نہیں دیکھا۔ تو اپنے ساتھ اس کمرہ میں لے جانے کو آمادہ ہو گیا۔ جہاں اس کو بغرض نمائش رکھا ہوا تھا سہ پہر ہو چکی تھی اور پرستاران فیشن اس خیال سے بڑی بڑی دوکانوں کا گشت لگا رہے تھے کہ شاید کوئی نئی چیز دیکھنے میں آئے۔ دوکان کے اس حصہ میں جہاں زیور مذکور رکھا ہوا تھا۔ آج خلاف معمول بہت ہجوم تھا۔ کئی معزز لیڈیاں اس چیز کو نظر حسرت سے دیکھتیں اور بعض اس کی خرید کے لئے اس پیرایہ میں ساتھی مردوں سے التجا کر رہی تھیں کہ نہایت سنگدل آدمی بھی کلمہ انکار زبان تک لانے کی جرأت نہ کر سکتا مگر رقم اتنی زیادہ تھی۔ کہ ان کے لب ہائے شیریں سے نکلے ہوئے الفاظ منت بھی اثر انداز نہ ہوتے تھے۔ یعنی کسی کو اس زیور کی قیمت ادا کرنے کا حوصلہ نہ ہوتا تھا۔

معاملات کی یہ حالت تھی۔ کہ مسز آکسنڈن شاگرد کے ہمراہ کمرہ میں داخل ہوئی۔ اس نے آتے ہی دیکھ لیا کہ حاضرین میں کرنیل ٹریسیلین بھی شامل ہے۔ کسی زمانہ میں وہ اس کی داشتہ رہ چکی تھی۔ اور ہمارے ناظرین غالباً اس واقعہ کو بھولے نہ ہونگے۔ کہ جس رات مارچ مونٹ ہوس میں محفل رقص گرم تھی۔ تو اس شخص نے مسز آکسنڈن کو یہ کہہ کر دھمکایا تھا۔ کہ اگر فوراً یہاں سے رخصت نہ ہو جاؤ گی۔ تو سب کے سامنے اصلی حال ظاہر کر کے سخت ذلیل کروں گا۔ وہ اس وقت بے بس تھی۔ مگر اب کسی طرح کا خوف باقی نہ تھا۔ کیونکہ کھلم کھلا ڈیوک آف مارچ مونٹ کی داشتہ بن چکی تھی۔ اور جیسا اس طبقہ کی بے حجاب عورتوں میں دیکھا جاتا ہے۔ اس کو بناوٹی نخوت اور مصنوعی تکبر کے اظہار سے بھی دریغ نہ تھا۔ اس نے کرنیل کو دیکھا تو سہی۔ مگر اس کی شخصیت کو قصداً نظر انداز کر دیا۔ خود ٹریسیلین کو اس لئے پرانی واقفیت تازہ کرنا پسند نہ تھا۔ کہ تقریباً ایک سال پیشتر اس کی ایک حسین و نازک ادا عورت سے شادی ہو چکی تھی۔ جو اس وقت اس کے ساتھ تھی۔ واضح ہو کہ مسز آکسنڈن اور ڈیوک آف مارچ مونٹ کے تعلقات ابھی تک الم نشرح نہ ہوئے تھے۔ گو بلند حلقوں میں اس کے متعلق چہ میگوئیاں ضرور ہوتی تھیں۔

جیسا بیان کیا گیا ہے۔ کرنیل اور مسز ٹریسیلین بھی اور لوگوں میں شامل ہو کر اس بیش بہا زیور کو نظر شوق سے دیکھ رہے تھے۔ مسز آکسنڈن ان سے تھوڑے فاصلہ پر اس میز کے پاس کھڑی تھی۔ جہاں یہ درشہوار شیشہ کے فانوس میں محفوظ تھا۔

"ذرا صنعت دیکھنا کس خوبی سے تیار کی گئی ہے" مسز ٹریسیلین نے آواز دبا کر اپنے شوہر

سے کہا۔ مگر اس کے الفاظ کو مسز آکسنڈن نے بھی سن لیا۔

"کچھ شک نہیں بے نظیر چیز ہے۔" کرنل نے اس طرح دبے لہجہ میں جواب دیا۔

مسز ٹریسیلین نے لمبی سرد آہ کھینچی۔ اور اس زیور کو نظر حسرت سے دیکھا۔

"پیاری تم خوب جانتی ہو کہ اگر میرے لئے اس قیمتی زیور کو خریدنا ممکن ہوتا تو ہرگز ہرگز دریغ نہ کرتا۔" ٹریسیلین نے اپنی بی بی سے کہا "تمہاری خاطر سات ہزار پونڈ تک کا چیک پیش کیا۔ مگر جوہری نے اس کو بھی نامنظور کر دیا۔ بتاؤ اس سے زیادہ کیا کر سکتا ہوں؟"

"بے شک" اس کی بی بی نے حسرتناک لہجہ میں تسلیم کیا "پھر بھی۔۔" اس نے فقرہ کو نامکمل چھوڑ کر پھر لمبی سرد آہ کھینچی۔

"میں جانتا ہوں۔ تم اس کے لئے سخت بیقرار ہو۔" کرنل نے بی بی کی مایوسی سے متاثر ہو کر کہا "اور ایسا ہونا باعث حیرت نہیں۔ کیونکہ یہ چیز تمہارے بدن پر خوب سجتی ہے۔ اچھا لاؤ۔ ایک آخری کوشش اور کرتا ہوں۔ یعنی ساڑھے سات ہزار پیش کر کے دیکھتا ہوں۔ میرا خیال ہے۔ اب تو انکار نہ کریں گے۔"

"پیارے تم کتنے مہربان ہو۔" کرنل کی بی بی نے خوش ہو کر کہا "اب یہ زیور میرا ہو گیا۔ تم سے پردہ نہیں۔ میرا جی واقعی اس کے لئے سخت بیقرار تھا۔۔۔"

"اسی لئے میں تم کو مایوس نہیں کرنا چاہتا۔" کرنل ٹریسیلین نے قطع کلام کر کے کہا "آؤ یہ رقم جوہری کو دے دیکھیں۔"

میاں بی بی کمرہ سے رخصت ہوئے۔ تو مسز ٹریسیلین کا خوبصورت چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔ ان کو معلوم نہ تھا۔ کہ کسی نے ہماری گفتگو سنی ہے۔ مگر واقعہ میں مسز آکسنڈن اس کا ہر ایک لفظ بغور سنتی رہی تھی۔ ان کے جانے پر اس کی موٹی سیاہ آنکھوں میں ایک عجیب اور غیر معمولی چمک پیدا ہو گئی۔

جوہری کے شاگرد سے مخاطب ہو کر کہنے لگی "واقعی زیور لاجواب ہے۔"

"میڈم ہر شخص اس کی تعریف کرتا ہے۔" شاگرد نے جواب دیا۔ "اور ہر ایک اپنی بساط کے مطابق قیمت بھی پیش کر چکا ہے۔ مگر سودا نہیں ہوا۔"

"اچھا تو اس کی مقررہ قیمت کیا ہے؟" مسز آکسنڈن نے پوچھا۔

"آٹھ ہزار پونڈ۔ اور ادائے نقد کی صورت میں پانچ فیصدی رعایت۔" ملازم نے جواب دیا۔

"اس سے کم بالکل نہیں؟" مسز آکسنڈن نے پوچھا۔

"جی نہیں" شاگرد نے جواب دیا۔ اور اس کے دل میں امید و بیم کی عجیب کشمکش شروع ہو گئی۔ ایک طرف گمان تھا۔ کہ یہ عورت ضرور اس کو خرید لیگی۔ دوسری جانب یہ اندیشہ بھی تھا کہ شکار نشانہ کی زد سے باہر نہ نکل جائے۔

مسز آکسنڈن نے زیور کا زیادہ غور سے معائنہ کیا۔ کمرہ میں جتنے آدمی جمع تھے۔ سب نظر شوق سے اسکی طرف دیکھتے رہے۔ ہر ایک یہ جاننے کے لئے بیتاب تھا۔ کہ سودا ہوتا ہے یا نہیں اتنے میں دروازہ کھلا اور کرنیل بی بی کو ساتھ لئے واپس آیا۔ ان کی آمد نے مسز آکسنڈن کے فیصلہ کو اور مضبوط کر دیا۔ وہ دکاندار کے آدمی سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔ "بہت اچھا سمجھئے آپ کی قیمت منظور ہے زیور میرا ہو گیا۔"

"افسوس! افسوس!" مسز ٹریسیلین کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

بات یہ ہوئی جب کرنیل اپنی بی بی کو ساتھ لے کر جوہری سے ملنے گیا۔ تو معلوم ہوا وہ تھوڑی دیر کے لئے باہر گیا ہوا ہے۔ کرنیل اس کے انتظار ہی میں تھا۔ کہ مسز آکسنڈن نے زیور کی خریداری کا اعلان کر کے اس کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔

یہ آواز سن کر سب لوگ مسز ٹریسیلین کی طرف دیکھنے لگے۔ اس غریب کو زیور بک جانے کا اتنا صدمہ ہوا تھا۔ کہ بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ مسز آکسنڈن نے پہلے کرنیل کو فاتحانہ انداز سے دیکھا۔ پھر اس کی بی بی پر رحم و حقارت کی نظر ڈالی۔ کرنیل اس چوٹ سے بہت مضطرب ہوا۔ چہرہ زرد ہو گیا۔ اور اس نے غصہ سے اپنا ہونٹ دبایا۔ لیکن آخر ضبط سے کام لے کر جس کے بغیر چارہ نہ تھا۔ وہ بی بی کو ساتھ لئے دکان سے رخصت ہو گیا۔

اب مسز آکسنڈن ملازم کے ساتھ دکان کے اس حصہ میں گئی۔ جہاں خزانچی روپیہ کا لین دین کرتے تھے۔ اتنے میں معلوم ہوا کہ دکاندار جوہری بھی واپس آ گیا ہے۔ قدرتی طور پر وہ ایک اجنبی عورت کو روپیہ نقد وصول کئے بغیر اتنا قیمتی زیور دینے کو آمادہ نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن مسز آکسنڈن نے جو بڑی سمجھدار عورت تھی۔ انکار کی ذلت کو مد نظر رکھ کر ایسی درخواست کرنا ہی نامناسب سمجھا۔ اس نے اتنا ہی کہا کہ آپ اس رقم کا بل بنا کر ڈیوک آف مارچ منٹ کے پاس بھیجدیں۔ وہ فوراً روپیہ ادا کر دیں گے۔ جوہری نے جھک کر سلام کیا۔ اور مسز آکسنڈن کو گاڑی تک چھوڑنے ساتھ گیا۔ اس نے معلوم کر لیا کہ یہ عورت غالباً ڈیوک کی داشتہ ہے۔ لیکن اس کو تو اپنے روپیہ سے غرض تھی۔ اور اس کا اسے ہر طور اطمینان

تھا۔ کہ ڈیوک کو بل کی ادائگی سے انکار نہ ہوگا۔

چنانچہ مارچ مونٹ نے بل کا روپیہ فوراً ادا کر دیا۔ اور وہ زیور اسی روز شام کو مسز آکسنڈن کے پاس پہنچ گیا۔ مگر ڈیوک کو اس فضول خرچی سے جو اس کے بعید ترین اندازوں سے بھی بعید تھی۔ سخت حیرت ہوئی اس لئے دوسرے دن دوپہر کو اس بات کا عہد مصمم کر کے اپنی داشتہ کے پاس گیا۔ کہ اس ہولناک اسراف پر سختی سے فہمائش کرونگا۔ وہ پہلے ہی اس کی منتظر بیٹھی تھی۔ اور یہ بھی سوچ چکی تھی۔ کہ ڈیوک کے اعتراضوں کا کیا جواب دینا چاہئے۔ خوشامد یا نرمی اول تو اس نے سیکھی ہی نہیں تھی۔ دوسرے ڈیوک پر اس کو اختیارات کامل حاصل ہو چکے تھے۔ اس لئے اس کے سامنے وقار کی بلندی سے اترنا اس کو بہر طور منظور نہ تھا۔

ڈیوک آیا۔ تو مسز آکسنڈن اس طرح کی سیاہ پوشاک پہنے ہوئے تھی جس میں اس کا بھرا ہوا بدن پورے جوبن سے ظاہر ہوتا تھا۔ وہ بڑی متنفی عورت تھی۔ اور اسے اپنی خوبصورتی کی نمائش کرنا خوب آتا تھا۔

ڈیوک جس نے پوری بے خوفی سے کام لینے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ مسز آکسنڈن کو دیکھتے ہی ہر قسم کی تہذیب بالائے طاق رکھ کر کہنے لگا "تم نے اس زیور کے معاملہ میں بہت فضول خرچی کی۔ کم از کم مجھ سے پوچھ ہی لیا ہوتا۔ اب تو خیر بل ادا ہو گیا۔ لیکن بالفرض میرے پاس اتنا روپیہ نہ ہوتا۔ تو بتاؤ بنک والے کیا کرتے ؟"

مسز آکسنڈن نے تیوری بدل کر ترچھی نگاہ سے دیکھا۔ پھر بولی "ہوتا کیا۔ بنک والے آپ کے حساب میں اپنی گرہ سے روپیہ ادا کر دیتے۔"

"لیکن میرا یہ دستور نہیں کہ اپنے روپے کے علاوہ بنک سے کچھ اور وصول کروں"۔ ڈیوک نے جواب دیا۔ "اس کے علاوہ امر بحث طلب یہ نہیں ہے۔۔۔"

"میں کہتی ہوں امر بحث طلب کچھ بھی نہیں ہے۔" مسز آکسنڈن نے قطع کلام کر کے کہا "جب ان بعض اتفاقی حالات نے ہمارا تعلق پیدا کیا۔ کیا آپ نے نہیں کہا تھا۔ کہ اگر تم میرے راز کو محفوظ رکھو گی تو روپیہ پیسہ کی قسم سے جو مانگو گی دوں گا۔ یہ یا اس قسم کے کچھ الفاظ آپ نے کہے تھے۔ پھر کیا۔ ابھی سے ان وعدوں کو بھول گئے ؟ کیا چند ہزار پونڈ کے خرچ نے ہی سہما دیا ؟ اس سے پہلے بھی ایک دو بار میں نے آپکے کڑے تیور دیکھے ہیں۔ لائیے آج اس معاملہ کو صاف کرلیں۔"

"میں اپنے وعدوں کو نہیں بھولا۔" ڈیوک نے جواب دیا۔ "مگر انسان کو چاہئے۔ ہمیشہ اعتدال

۱۷۵۷

پیش نظر رکھیے۔ مگر اتنا ضرور کہنا پڑے گا۔ کہ میں ان بے جا فضول خرچیوں کو برداشت کرنے سے معذور ہوں۔"

مسز آکسنڈن کی مست سیاہ آنکھوں سے بجلیاں گرنے لگیں۔ غضب کے لہجہ میں بولی "تمہارے یہ بہانے کسی اور سے کیجیے۔ میں خوب جانتی ہوں۔ آپ کے ہاں روپے پیسے کی کمی نہیں۔ اس لیے میں مانے خرچ کروں گی۔ حیرت ہے آپ کو میرے سامنے غریبی ظاہر کرنے کی جرأت ہوئی! امیر آدمی مفلسی کا بہانہ کرے تو اس سے زیادہ شرم کی بات کیا ہو سکتی ہے؟"

ڈوبک اس بے باکانہ گفتگو سے تڑپ گیا۔ لیکن ضبط سے کام لے کر کہنے لگا "مسز آکسنڈن میں پھر کہتا ہوں ایسے مسرفانہ خرچوں کو میں پورا نہ کر سکوں گا۔ اب بھی سمجھداری سے کام لینا منظور کرو۔ لاؤ میں درگذر کرتا ہوں۔ دو تین ہزار سالانہ میں خاطر خواہ گذران ہو سکتی ہے۔ اور اس قدر دینے سے مجھے انکار بھی نہیں۔۔۔"

"مائی لارڈ! اس دفتر پند و نصیحت کو تہ رکھیے" خاتون نے لہجہ رفتار میں جواب دیا۔ "میرے خیال میں اب وقت آگیا ہے جب مجھ کو صاف گوئی سے کام لینا چاہیے۔ بہت دن نہیں ہوئے کہ ایک ہندوستانی عورت پر قاتلانہ وار کیا گیا تھا۔۔۔"

"خاموش! گرا ہے مروت عورت کیا کہہ رہی ہو" ڈوبک نے مضطرب ہو کر کہا۔ "کیا تم نے وعدہ نہ کیا تھا۔۔۔؟"

"کہ آپ کا راز ہمیشہ محفوظ رکھوں گی" مسز آکسنڈن نے فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ "بے شک کیا تھا۔ مگر اس سے مشروط آپ کا بھی یہ وعدہ تھا کہ میں تمہاری سب ضرورتیں پورا کروں گا جب تک آپ اپنے قول کے پابند ہیں مجھے اپنا وعدہ پورا کرنے سے انکار نہیں۔ لیکن یاد رکھیے آپ ہر طرح میرے اختیار میں ہیں۔ یاد ہوگا میں نے اس گفتگو کا ہر لفظ سن لیا تھا۔ جو آپ کے اور اس سیاہ کار بدمعاش کے درمیان ہوئی تھی جس کو آپ نے زر کا لالچ دے کر جرم قتل پر آمادہ کیا تھا۔ وار درحقیقت خاتون اندرا کے لیے تھا۔۔۔"

"چپ کرو۔ خدا کے لیے چپ کرو" بالضیب ڈوبک نے بے چین ہو کر کہا۔ اور اپنی جگہ سے اٹھ کر حالت اضطراب میں ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔

"نہیں۔ اب کہ یہ مضمون شروع ہو گیا ہے۔ مجھ کو بھی اظہار خیالات کا موقعہ دیجیے۔" بیگم حسینہ آتش نے بہ طنز کے لہجہ میں کہا۔ "آخر کوئی خاص وجہ ہوگی۔ کہ آپ خاتون اندرا کی جان لینا چاہتے تھے۔ لیں اگر یہ اطلاع خاتون مذکور کو دی جائے۔ تو وہ نہ صرف میری شکر گذار ہو گی۔

"مگر وہ تو پہلے ہی جان چکی ہے۔" بدنصیب امیر نے مشکلات کے جال سے نکلنے کی جدوجہد کرتے ہوئے کہا
"ممکن ہے ایسا ہو۔ لیکن ابھی تک یہ معاملہ عدالت انصاف تک نہیں پہنچا۔" مسز آکنڈن نے اپنی جگہ سے اٹھ کر لرزہ براندام ڈیوک کو قہر آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ اندرا کسی وجہ سے آپ کے خلاف کارروائی کرنا نہ چاہتی ہو۔ مگر انصاف ایسی رعائتوں سے بالاتر ہے۔ پس یاد رکھئے۔ اگر آپ مجھ سے بخل کریں گے۔ تو میں بھی انتہائی تدابیر سے دریغ نہ کروں گی۔ انصاف کیجئے یہ چند ہزار پونڈ کی رقم اس خوفناک راز کے مقابلہ میں جو میں نے اپنے سینہ میں محفوظ رکھا ہوا ہے۔ کیا اہمیت رکھتی ہے؟"

"بس کرو۔ جانے دو۔" ڈیوک نے مغلوب ہو کر کہا۔ "آئندہ ایسی بحث کا موقعہ نہ آنے گا۔ اس وقت بھی جو کچھ میں نے کہا۔ اس کے لئے معافی چاہتا ہوں۔"

"بس تو اگر آپ سیدھی راہ چھوڑنا نہیں چاہتے۔ تو مجھے بھی آپ کو ناراض کرنا منظور نہیں" مسز آکنڈن نے شاہانہ وقار سے جواب دیا۔ "لیکن دیکھئے آئندہ کبھی اس طرح کے اعتراض سننے میں نہ آئیں۔ کہ تم نے یہ چند پونڈ بلا ضرورت کیوں صرف کئے۔"

ڈیوک آف مانچ مونٹ نے دیکھ لیا۔ کہ اس مقابلہ میں کامیابی کی کوئی امید نہیں۔ اور مسز آکنڈن اپنے اختیارات منوانے پر تلی ہوئی ہے۔ ناچار سختی چھوڑ کر مصالحانہ کوششیں کرنے لگا۔ اس نے اس بدقماش عورت سے کئی طرح کے وعدے کئے۔ اور آخر جب رخصت ہوا۔ تو اپنے آپ سے کہہ رہا تھا۔ "افسوس میں نے اپنی حماقتوں سے جرم و گناہ کا ایسا جال تیار کیا ہے۔ جو روز بروز میرے ہی گرد مضبوط ہوتا جا رہا ہے۔ اور جس سے بچاؤ کی کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔"

ڈیوک کو رخصت ہوئے بہت دیر نہ گذری تھی۔ کہ ایک عمر رسیدہ آدمی نے مسز آکنڈن کے دروازہ پر دستک دی۔ ایک وردی پوش نوکر نے دروازہ کھولا۔ تو نو وارد نے پوچھا۔ "مسز آکنڈن کیا گھر ہی ہیں؟"

"جی ہاں ہیں۔" نوکر نے جواب دیا۔ "فرمائیے کیا نام عرض کروں؟"

"نام؟" عمر رسیدہ آدمی نے لہجہ اضطراب میں کہا۔ "نہیں نام بتانے کی کچھ حاجت نہیں۔ تم مجھے ان کے پاس لے چلو۔ میں اس زمانہ سے ان کو جانتا ہوں۔ جب وہ برائٹن میں رہا کرتی تھیں۔"

چونکہ نوکر کو اس بارہ میں کوئی خاص ہدایت نہ دی گئی تھی۔ کہ کوئی اجنبی ملنے کو آئے۔ تو

اسے روک دیا جائے۔ اس لئے اس نے کسی طرح کا اعتراض نہیں کیا۔ زیادہ سے زیادہ اس نے یہ سمجھا کہ شاید یہ بڈھا بھی کسی زمانہ میں بیگم کا پرستارِ حسن رہ چکا ہے۔ اور اب اپنا نام ظاہر کرتے ہوئے جھینپتا ہے۔ بہرحال وہ اس کو خوش نما اور آراستہ کمرہ میں لے گیا۔ جہاں مسز آکسنڈن اب تک بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر چونک گئی۔ مگر بڑے ضبط سے کام لے کر اس طرح کے سرسری لہجہ میں کہا۔ گویا اس کی آمد کوئی خاص اہمیت نہ رکھتی تھی کہنے لگی۔ "آئیے۔ تشریف رکھئے"۔ مگر جب نوکر دروازہ بند کر کے چلا گیا۔ تو اس کا رویہ فوراً بدل گیا۔ اس کی طرف کڑی نظروں سے دیکھ کر بولی "بتاؤ کس لئے آئے ہو؟"

"محض آنکھوں سے اس خبر کی تصدیق کرنے کو جو اڑتی ہوئی میرے کانوں تک پہنچی تھی۔ کہ تم اس جگہ عیش و مسرت کی زندگی بسر کر رہی ہو۔" اجنبی نے جواب دیا۔

مسز آکسنڈن نے ہلکا طنزیہ قہقہہ لگایا۔ اور کہنے لگی کیا ناصح بن کر آئے ہو؟ اگر ایسا ہے تو ٹھنڈے ٹھنڈے تشریف لے جائیے۔ میں تمہاری باتیں سننے کو تیار نہیں۔ ہمارے آپس کے تعلقات کا خاتمہ ہو چکا۔ گو اتنا ضرور کہتی ہوں۔ کہ میں نے تم کو عداوت کے لئے نہیں چھوڑا۔ محض اس لئے تم سے جدا ہوئی ہوں۔ کہ مجھے اس میں بہتری نظر آتی ہے۔ میں دولت کمانے کے سامان کر رہی ہوں۔ اگر چاہو تو تم بھی میرے ذریعہ سے مالا مال بن سکتے ہو۔۔۔ سنو سنو۔ مسٹر آکسنڈن بیوقوف نہ بنو۔ ایک ایسے مردِ ضعیف کے ساتھ جیسے تم ہو۔ میرے ایسی جوان عورت کا تعلق دیرپا نہیں ہو سکتا۔۔ لیکن خیر یہ وقت آپس میں بحث کرنے کا نہیں ہے۔ میں پیشتر کہہ چکی ہوں کہ تم سے مجھے کوئی عداوت نہیں۔ اس لئے میں کوئی بات ایسی نہ کروں گی جس سے تمہیں رنج پہنچے۔ میرے خیال میں تو مجھ سے جدا ہو کر تمہیں کسی طرح کا افسوس نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ یہ دیکھتے ہوئے کہ تم کو ہمیشہ مفلسی کی شکایت رہی ہے۔ اس موقعہ پر اپنی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ میں تمہیں کئی راہیں بتا سکتی ہوں جن میں ہم دونوں کا فائدہ ہے۔۔۔"

"یعنی کیا؟" مسٹر آکسنڈن نے جس کا رنج و افسوس اب رفتہ رفتہ خود غرضی میں بدلنے لگا تھا پوچھا

"ٹھیرو میں سمجھاتی ہوں" اس کی بی بی نے جواب دیا۔ "یہ امر طے ہو چکا ہے۔ کہ میں اب کبھی تمہارے ساتھ نہ رہوں گی۔ اس لئے اگر ہمارے تعلقات کا خاتمہ از روئے قانون ہو جائے۔ تو کیا حرج ہے؟ صاف لفظوں میں میں تم کو صلاح دیتی ہوں کہ ڈیوک آف برج مونٹ پر اپنی بیاہتا بی بی کے اغوا کا دعوےٰ دائر کر کے بھاری ہرجانہ کی نالش کر دو۔ اس کا میں انتظام کر دوں گی۔ کہ عدالت میں ڈیوک کی طرف سے کوئی صفائی پیش نہ کی جائے گی۔ یعنی مقدمہ کے طول کھینچنے کا ہرگز اندیشہ نہ ہوگا۔ اور تم بڑی آسانی سے

ہرجانہ کی معقول رقم حاصل کر لو گے۔ اس کے بدلے میں فقط اس قدر چاہتی ہوں کہ مقدمہ ختم ہونے پر باقاعدہ طلاق کی کارروائی شروع کرو۔ تاکہ ہم قانوناً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ بتاؤ یہ شرطیں منظور ہیں؟"

"اچھا منظور ہیں۔" مسٹر آکسنڈن نے تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد جواب دیا "لیکن مہربانی سے یہ تو کہو اس میں تمہارا فائدہ کیا ہے۔۔۔؟"

"خیر فائدہ کچھ ہو۔ اس سے تم کو سروکار نہیں۔" مسز آکسنڈن نے جواب دیا "مختصر یہ ہے کہ اس معاہدہ میں اگر تم اپنا فرض ادا کرو گے تو میں بھی اپنے حصہ میں کوتاہی نہ کروں گی۔ اگر یہ سودا نفع بخش ہے منظور ہو۔ تو اس وکیل کے ہاں چلے جاؤ۔۔۔"

"بہت اچھا جاتا ہوں۔ ابھی جاتا ہوں" بڈھے نے کہا "میں تو ایک اور وجہ سے بھی وکیل کے ہاں جاتا تھا۔۔۔"

"یعنی کس لئے؟" اس کی بی بی نے لہجہ حقارت میں پوچھا "یقیناً تمہیں میرے فراق کا صدمہ تو نہیں ہے"؟

"چلو اس بحث کو جانے دو۔" مسٹر آکسنڈن نے جواب دیا "مختصر یہ ہے کہ میں اپنے وعدہ کو پورا کروں گا۔ لیکن چونکہ میرے پاس مقدمہ دائر کرنے کو روپیہ نہیں ہے۔ اور غالباً کوئی وکیل محنتانہ کے بغیر پیروی منظور نہ کرے گا۔۔۔"

"میں سمجھ گئی۔" مسز آکسنڈن نے قطع کلام کر کے کہا "تم کو روپیہ درکار ہے تو لے جاؤ۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے ڈیسک کھول کر کئی بنک نوٹ نکالے۔ اور لاپروائی سے اپنے شوہر کی طرف پھینک دیئے پھر ہنس کر کہنے لگی۔ "عجیب بات یہ ہے کہ تم ڈیوک کے روپیہ سے ہی اس کے خلاف نالش دائر کرنے جا رہے ہو۔ اچھا اب جاؤ۔"

بڈھے نے نوٹوں کو اٹھا کر جیب میں رکھ لیا۔ اور وکیل کے دفتر کی طرف روانہ ہوا۔

شوہر کو اس طرح رخصت کر کے مسز آکسنڈن سنگار کے لئے دوسرے کمرہ میں گئی۔ اچھی طرح بناؤ سنوار کرنے کے بعد گاڑی میں بیٹھ کر سیر کے لئے باہر جانا چاہتی تھی کمرہ میں جا کر اس نے وہ ڈبیہ کھولی جس میں ہیروں کا نو خرید قیمتی زیور رکھا ہوا تھا۔ وہ اس کمرہ میں تنہا تھی یعنی ابھی خادمہ کو طلب نہ کیا تھا۔ کمرہ خوشنما اور قیمتی سامان سے آراستہ تھا۔ زیب و زینت کے سامان وہ لوازم جو کسی عمدہ نشستگاہ سے مخصوص ہونے چاہئیں۔ اس میں موجود تھے غسل خانہ جس کا سامان اتنا ہی بیش قیمت تھا۔ اسی کمرہ سے

ملحق تھا۔ اور دونوں میں زرق برق اطلس کا بھاری پردہ لٹکا کرتا تھا۔ اس سے پرے ایک اور چھوٹا کمرہ خوابگاہ سے ملا ہوا تھا۔ جس کے دوسری جانب زینہ کا دروازہ تھا۔ یہ رستہ مع آپ خادماؤں کی آمد و رفت کے لئے اس خیال سے تیار کیا گیا تھا۔ کہ صاحب خانہ کی بیگم کو جب کبھی ان کی خدمات درکار ہوں۔ تو گھنٹی بجا کر فوراً بلا لے۔ دوسرا زینہ جو نسبتاً دور تھا۔ اس کی راہ سے نہ آنا پڑے۔ کم از کم یہ خیال تھا جس کو پیش نظر رکھ کر کاریگر نے یہ زینہ تیار کروایا ہوگا۔ مگر جیسا عنقریب ظاہر ہوگا مسز آکسنڈن کی حالت میں یہ رستہ کچھ اور ہی کام دیتا تھا۔

جیسا بیان کیا گیا ہے وہ اس کمرہ میں کھڑی ہوئی قیمتی زیور کی صنعت کو ذوق تحیر سے دیکھ رہی تھی۔ کہ تھوڑی دیر کسی دروازہ کے کھلنے اور بند ہونے کی ہلکی آواز سنائی دی۔ اسے سن کر اس نازنین کے جانفزا لبوں پر ہلکی مسکراہٹ پیدا ہوئی۔ اتنے میں پہلے غسل خانہ کی جانب سے پاؤں کی ہلکی چاپ سنائی دی۔ پھر اطلسی پردہ ایک طرف ہٹا۔ اور ایک سجیلا جوان جس کی صورت دلفریب تھی۔ کمرہ میں داخل ہوا۔ بظاہر نہ وہ مسز آکسنڈن کے لئے غیر تھا۔ نہ یہ اس کے لئے اجنبی۔ کیونکہ آتے ہی دونو محبت سے بغلگیر ہوئے۔ اور مسز آکسنڈن نے پیار سے اس کا منہ اٹھا کر نہایت شیریں لہجہ میں کہا "پیارے پیارے الیکسس..."

"جانی دیکھ لو میں نے تمہاری اجازت اور کنجی سے فائدہ اٹھانے میں دیر نہیں کی" ۔ نووارد نے محبت سے بوسہ دے کر کہا۔

اس کی عمر بمشکل اکیس سال خط و خال موزون اور بے ریش چہرہ اتنا پرجمال تھا کہ اگر زنانہ لباس پہنتا تو یہی گمان ہوتا کوئی کافر جمال نازک ادا حسینہ ہے۔ بال عنبریں اور قدرتی خم کھائے ہوئے آنکھیں نیلی۔ ہونٹ سرخ و تر۔ قامت زرانہ۔ بدن چھریرا اور آواز میں ایک عجیب قدرتی حلاوت تھی۔ جو اظہار محبت کے وقت اور دلاویزی کا باعث ہو جاتی تھی۔ نوجوان الیکسس الوید ایک صاحب جائداد دیہاتی رئیس کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔ آغاز میں اس کو بیرسٹری کی تعلیم دی گئی تھی۔ مگر امتحان پاس کرنے کے بعد اس نے قانون و انصاف کی بجائے حسن و عشق کی وکالت شروع کی۔ اور عمل پسندی اور خوش عیشی کی زندگی بسر کرنے لگا۔ باپ کی طرف سے بہت کم جیب خرچ ملتا تھا۔ اس لئے جب مسز آکسنڈن سے ملاقات ہوئی۔ تو اس خیال سے درگاہ حسن کا مجاور بن گیا کہ اس سے محبت اور زر دونو طرح کا فائدہ حاصل ہوتا تھا۔

زیادہ صاف لفظوں میں الیکسس آلوید اور مسز آکسنڈن کا تعلق باہمی دستور قدیم کے بالکل

برعکس تھا۔ کیونکہ عام حالات میں تو مرد کسی توبہ شکن نازنین کی نگاہ ناز کے متمنی ہو کر اپنا زر و مال اس پر نثار کیا کرتے ہیں۔ مگر یہاں اس کے خلاف مسز آکسنڈن ایلکس کے مردانہ حسن و جمال پر مٹی ہوئی اور اس کی چاہ میں روپیہ کو پانی کی طرح بہاتی تھی۔ جس طرح کسی بڑے کار بڑی کلوں کے اندر چھوٹی اور پیچیدہ کلیں موجود ہوتی ہیں۔ اسی طرح اس آوارہ مزاج عورت کی ظاہری بدکرداریوں کی تہ میں کئی عجیب و ناقابل فہم سیاہ کاریاں مخفی تھیں۔ وہ ایک آدمی کی منکوحہ۔ دوسرے کی داشتہ اور تیسرے کی عاشق تھی۔ اور اسے ایک کا روپیہ دوسرے پر لٹانے سے قطعاً دریغ نہ ہوتا تھا۔

"پیارے ایلکس" وہ اس جوان کو پیار سے مخاطب کر کے کہنے لگی "آج ایک بہت مزیدار قصہ سناتی ہوں" جس کے بعد اس نے زیور کی خریداری کا حال بیان کر کے کہا "کہ اس ذریعہ سے میں نے نہ صرف کرنیل ٹرسیلین سے انتقام لیا۔ بلکہ ڈیوک آف ایج مونٹ پر بھی ثابت کر دیا کہ میں ہمیشہ اسے تابع فرمان بنا کر رکھوں گی۔"

ایلکس اس واقعہ کو سن کر خوب ہنسا۔ مگر اس لئے نہیں کہ اس قصہ میں بجائے خود کوئی دلچسپی تھی۔ بلکہ محض مسز آکسنڈن کو خوش کرنے کے لئے۔ کیونکہ وہ ان معدودے چند قابل نفرت حقیر و ذلیل مردوں میں سے ایک تھا۔ جو اپنی غرض کے لئے اوصاف مردانہ تک کو بھول جاتے ہیں۔ اور ان بدچلن عورتوں کی خوشامد و تعریف سے دریغ نہیں کرتے۔ جو انہیں اپنا تنخواہ دار غلام بنا کر رکھتی ہیں۔

"مگر دیکھنا کہیں ڈیوک ان فضول خرچیوں سے ڈر کر ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔" اس نے کہا۔ "کیا تمہیں اس کی ذات پر کامل تسلط ہو گیا ہے؟"

"میرے بھولے پیا" مسز آکسنڈن نے ہنس کر جواب دیا "بندی نے ڈیوک پر وہ جادو ڈالا ہے کہ مر کر بھی میرے ہاتھ سے نہ نکلے گا۔"

"تب تو عجیب سحر پھونکا ہے۔" نوجوان نے اپنے دل سے کہا "کہیں اس تعلق کی تہ میں عشق کے سوا کوئی اور بھید نہ ہو" اور بظاہر کہنے لگا۔ "مگر پیاری مجھ سے تو پردہ نہیں۔ آخر وہ کونسی موہنی ہے۔۔۔؟"

"ایلکس میں تمہارے اس سوال کا جواب نہ دوں گی۔" مسز آکسنڈن نے قطع کلام کر کے کہا۔ "میں کئی باتوں میں تم کو اپنا رازدار بنا چکی ہوں۔ کیونکہ سمجھتی ہوں وہ سچی محبت ہے جس میں دو قالب یکجان ہو جاتے ہیں مگر یہ ایک معاملہ ایسا ہے۔۔۔"

"خیر جانے دو۔" نوجوان نے جو حقیقت میں معاملہ کی تہ تک پہنچنے کے لئے بے قرار تھا۔ ملنے کی غرض سے کہا۔ "میرے خیال میں تو تمہارا بے نظیر حسن ہی سب سے بڑا جادو ہے۔ جو ڈیوک کو ہلنے نہیں

دیتا۔ مگر اس کے دل میں کبھی یہ شبہ تو پیدا نہیں ہوا۔۔۔۔؟

"کہ تم در پردہ میرے پاس آتے ہو؟ بالکل نہیں" مسز ہنگسٹن نے جلدی سے جواب دیا۔ "اور اب سنو۔ میں نے ایک بالکل نئی تجویز سوچی ہے اگر وہ کامیاب ہو گئی تو میں تمہارے لئے بڑے بڑے کام کر سکوں گی۔ بھلا میں ڈچس بن جاؤں۔ تو کیسا؟"

"کیا ڈچس!" نوجوان نے چونک کر پوچھا۔ اور آنکھیں پھاڑ کر اس کے چہرہ کی طرف دیکھنے لگا "تمہارے نزدیک کیا واقعی ایسا ممکن ہے؟ اور ہاں اس بات کو تو تم بھول ہی گئی ہو کہ ڈیوک آف مارچ مونٹ شادی شدہ ہے۔"

"نہیں میں اسے بھولی نہیں۔" مسز آکسنڈن نے جواب دیا۔ "البتہ اسے اپنی کامیابی کی راہ میں سب سے بڑی مشکل سمجھتی ہوں۔ مگر یہ مشکل بھی ایسی نہیں جسے آسان نہ کیا جا سکے۔ پیارے الیکس انسان کا اپنا ارادہ مضبوط ہو تو وہ کونسی مشکل پر غالب نہیں آ سکتا۔ اسی طرح میرا ارادہ مضبوط ہے۔ اور تم خوب جانتے ہو کہ میں جس کام کے لئے آمادہ ہو جاؤں پھر اسے کر کے ہی رہتی ہوں۔"

"مگر تمہاری بھی تو شادی ہو چکی ہے۔" نوجوان نے بڑھتی ہوئی حیرت سے کہا۔

"سنو الیکس میں ایک راز بتاتی ہوں۔" مسز آکسنڈن نے جواب دیا "میرا شوہر عنقریب ڈیوک آف مارچ مونٹ پر میرے اغوا کا دعوے دائر کرے گا جس میں اس کی کامیابی یقینی ہے۔ اس کے بعد قدرتی طور پر ہمارے درمیان طلاق کی کارروائی عمل میں آئے گی۔ اس میں بھی وہ کامیاب ہو جائے گا۔ لیکن سچ پوچھو تو یہ کامیابی اس کی نہیں میری ہوگی۔ کیونکہ اس طرح میں شادی کی زنجیر سے چھوٹ جاؤں گی بتاؤ اس حد تک سمجھ گئے کیا؟"

"ہاں ہاں سمجھ گیا۔" الیکس نے جواب دیا۔ "تجویز خوب ہے۔ لیکن سوال یہی تو ہے کہ ڈیوک کس طرح۔۔۔۔؟"

"سنو سنو۔ میں سارا حال بیان کرتی ہوں۔" مسز آکسنڈن نے کہا "ڈچس آف مارچ مونٹ بڑی نیک دل اور با اصول خاتون ہے۔ جب سنیگی۔ کہ اس کے شوہر نے دوسری عورت سے ناجائز تعلقات پیدا کئے ہیں۔ تو کیا اسے رنج نہ ہوگا؟ کیا وہ اس کو فہمائش نہ کرے گی؟ مگر فہمائش کا کچھ اثر نہ ہونے پر اسے غصہ آئے گا۔ وہ ایسے شوہر کے گھر رہنا ذلت خیال کرے گی۔ اور اس طرح اس سے طلاق لینے پر مجبور ہوگی۔ سچ پوچھو تو سب سے بڑی ضرورت کسی نہ کسی طرح ڈچس کو جوش دلانے کی ہے لیکن یہ کام بھی بہت مشکل نہیں۔ گمنام خطوں کے ذریعہ اس کے جوش کو بآسانی بھڑکایا جا سکتا ہے

اور میں یقین کرتی ہوں۔ اس کام میں تم ضرور مدد دو گے۔ میں چاہتی ہوں۔ ایسی چٹھیاں تمہارے قلم سے ہی لکھی جائیں۔ پہلا خط اس مضمون کا ہو۔ کہ ڈیوک نے اپنی داشتہ کے لئے کئی ہزار پونڈ مالیت کا زیور خریدا ہے۔ اس کے بعد خطوں کا سلسلہ جاری ہو۔ اور انہیں اس انداز سے لکھا جائے۔ کہ ڈچس ضبط نہ کر سکے۔ میرا خیال ہے کہ اس طریقہ پر کسی نہایت حلیم عورت کو بھی جوش دلایا جا سکتا ہے۔ غرض اس طرح میری تجویز سے دو شخصوں کا طلاق عمل میں آئے گا۔ جس کے بعد" مسز آگسٹن نے فاتحانہ انداز سے کہا۔ "میرے لئے ڈیوک آف مارچ مونٹ کو اس بات پر راضی کر لینا ذرا بھی دشوار نہ ہوگا۔ کہ وہ مجھ سے شادی کرے۔ اطمینان رکھو۔ میں اسے مجبور کرنا خوب جانتی ہوں"

"تجویز شاندار ہے" ایلکس نے تسلیم کیا۔" اور یہ بیان کرنا غیر ضروری ہوگا۔ کہ میں شوق سے اس کا حصہ دار بننا منظور کرتا ہوں۔ صرف یہ بتا دو کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے ...؟"

"میں کچھ ایسا ڈھنگ کر دوں گی۔ جس سے کامیابی یقینی ہو جائے گی۔" مسز آگسٹن نے لہجہ خوشی میں کہا۔ "کام بے شک پیچیدہ ہوگا۔ اور اس میں کئی مشکلات بھی پیش آئیں گی۔ مگر ہمت و استقلال کے ساتھ ان سب کو دور کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ دونو باتیں مجھے حاصل ہیں۔ بازی خطرناک ہے۔ مگر ایلکس تم جانتے ہو۔ دنیا کا کوئی نفع بخش کام خطرہ سے خالی نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ مجھے تم سے جو محبت ہے اور تمہاری بانکی صورت نے میرے دل میں برہ کی جو آگ بھڑکا رکھی ہے ..."

"جان سے پیاری حسینہ" نوجوان نے بدکردار عورت کو چھاتی سے لگا کر کہا "تمہیں ڈچس آف مارچ مونٹ کے نام سے مخاطب کر کے مجھے کتنی خوشی ہوگی!"

مگر اس گفتگو کو طول دینا بیکار ہے۔ اگرچہ اس باب کو ختم کرنے سے پہلے چند اور باتیں قابل ذکر معلوم ہوتی ہیں۔ جیسا اشارتاً بیان کیا گیا ہے ایلکس آلور کو حقیقت میں مسز آگسٹن سے قطعاً محبت نہ تھی۔ وہ تو اس کی دولت پر مٹا ہوا تھا۔ اور اسی کی خاطر اس کی بے جا خوشامد و تعریف کیا کرتا اور اس کی ہر بات ماننے کو تیار رہتا تھا۔ مگر دوسری جانب مسز آگسٹن واقعہ میں اس پر سو ہزار جان سے مفتون تھی۔ عورت [illegible] قوی دل تھی۔ مگر یہ مضبوط قوت ارادی بھی عشق کے بہاؤ میں کمزور ہو گئی۔ محبت سے اندھی ہو کر اس نے ایک دغا باز نوجوان کو اپنا راز دار بنانا منظور کیا۔ جس کی نسبت وہ سمجھتی تھی۔ کہ میرا سچا بہی خواہ دوست اور چاہنے والا ہے۔ اسے بالکل معلوم نہ تھا۔ کہ وہ محض روپیہ کے لالچ سے میرے پاس آتا ہے۔ میری کشش اس کے لئے کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

باب ۔ ۱۳۶

گرداب بلا

نظارہ بیڈ فورڈ رو۔ ہولبورن کے ایک عالی شان مکان میں تبدیل ہوتا ہے جسکے دروازہ پر مسٹر کولمین وکیل کے نام کا بورڈ آویزاں تھا۔ اس شخص کی کاروباری ترقی اور خوشحالی کا کچھ اندازہ اس بات سے ہوتا ہے۔ کہ دفتر میں بے شمار محرر کام میں مصروف تھے۔ دروازہ پر دولت مند موکلوں کی گاڑیاں منتظر کھڑی تھیں۔ اور نجی کمرہ میں قیمتی دستاویزوں اور کفالتناموں کے ڈھیر ڈھیر سے کاغذ لاتعداد بکسوں میں بند کرکے رکھے ہوئے تھے۔ اس سے بھی زیادہ بنکوں میں اس کا بے حساب روپیہ جمع تھا۔ اور شہر میں ہر جگہ اس کی ساکھ مانی جاتی تھی۔ مسٹر کولمین کا ابھی عالم شباب ہی تھا۔ وہ طبعاً ذہین۔ عادتاً پھرتیلا اور اخلاق کی رو سے بے داغ چلن کا آدمی تھا۔ دشمن کو بھی اس پر انگلی اٹھانے کی جرات نہ ہو سکتی تھی۔

سہ پہر کے تین بجے مسٹر ریڈکلف نے وکیل مذکور کے دفتر میں داخل ہو کر محرر خصوصی سے پوچھا "کیا مسٹر کولمین اس وقت فارغ ہیں؟" محرر نے جس تعظیم سے اس سوال کا جواب دیا۔ اور جس پھرتی سے اسکو مسٹر کولمین کے کمرہ میں لے گیا۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ دفتر کے عملہ میں ریڈکلف کی ذات کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ خود مسٹر کولمین نے بڑے ادب سے تقدیم کی۔ اور پھر محرر کے چلے جانے پر کہا "مسٹر ریڈکلف میں آپ ہی کا منتظر رہا تھا۔ دعا کیجیے کہ نتیجہ حسب دلخواہ ہو۔ غالباً وہ زمانہ بہت دور نہیں جب میں آپ کو کسی اور نام سے مخاطب کر سکونگا۔"

"خدا کرے وہ وقت جلد آئے۔" مسٹر ریڈکلف نے جواب دیا۔ مگر فوراً ہی اس کے چہرہ پر فکر و غم کے بادل چھا گئے۔ "یہ کشاکشی مجھے سخت حیران کر رہی ہے۔"

"اس کے باوجود مائی لارڈ... مسٹر ریڈکلف" وکیل نے جلدی سے کلمہ اول کی اصلاح کرتے ہوئے کہا۔ "یہ امر واقعہ ہے کہ آپ نے اس جد وجہد میں خوشی سے حصہ نہیں لیا۔ آپ کو ایسا کرنے پر مجبور کیا گیا ہے۔"

"خدا جانتا ہے۔ کہ میں فقط مجبوری سے یہ سب کچھ کر رہا ہوں۔" مسٹر ریڈکلف نے جواب دیا۔ "لیکن خیر کیا آپ کی رائے میں آرچیج ضرور آئے گا؟"

"مجھے پورا یقین ہے۔" مسٹر کولمین نے جواب دیا۔ "اول تو میرا خیال ہے۔ امداد کے لئے آئیگا ورنہ مہلت کی درخواست کرنے تو ضرور ہی آئے گا۔"

"کیا اب شکار نشانہ کی زد میں ہے؟" مسٹر ریڈکلف نے پوچھا۔ مگر یہ کہتے ہوئے اس کے چہرہ پر غمگینی کی جھلک پیدا ہو گئی۔

"میرے خیال میں تو اب کوئی کسر باقی نہیں۔" وکیل نے جواب دیا۔ "شب و روز میں حالات کی رفتار کو دیکھتا رہا ہوں۔ اور میں نے اس کے معاملات کی تہ اچھی طرح معلوم کر لی ہے جیسے معلوم ہو چکا ہے۔ کہ اس نے اپنی ساری دولت سٹہ میں برباد کر دی ہے۔ اور اب مفلس قلاش ہو رہا ہے۔"

اس وقت دروازہ کھلا۔ اور ایک محرر نے داخل ہو کر کہا۔ "جناب عالی ایک صاحب جو اپنا نام مسٹر آکسنڈن بتلاتے ہیں۔ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"مسٹر آکسنڈن!" وکیل نے چونک کر کہا۔ "نام تو کچھ یاد پڑتا ہے۔ مگر معلوم نہیں میں نے اسے کب سنا تھا۔"

"بڈھا آدمی ہے۔ کہتا تھا میں برائٹن میں رہتا ہوں۔" محرر نے جواب دیا۔ "ایک بار کسی قرضخواہ نے اس کے خلاف آپ کی خدمات بھی حاصل کی تھیں۔ اور میرے خیال میں آپ کو یاد ہو گا اس موقعہ پر مسز آکسنڈن جو ایک خوبصورت اور وجیہ عورت ہے۔ مسٹر جان سٹیورڈ کا دستخطی چک لے کر بے باقی کرنے آئی تھی۔"

"آہ یاد آ گیا!" مسٹر کولمین نے کہا۔ "لیکن سردست میں اس آدمی سے نہیں مل سکتا۔ میں ایک اور کام میں مصروف ہوں۔۔۔"

"نہیں ٹھہرئے" مسٹر ریڈکلف نے اس گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔ "میرے خیال میں اس شخص سے مل لیجئے۔ بعض وجوہ ہیں جو میں پھر عرض کروں گا۔"

"بہت اچھا آنے دو۔" وکیل نے محرر سے کہا۔ "اس اثنا میں اگر مسٹر آرمیٹیج آئے تو کہنا ذرا انتظار کرے۔۔۔ ضرور۔"

محرر رخصت ہوا۔ تو مسٹر ریڈکلف نے کہا۔ "آپ کی اجازت سے میں اس کمرہ میں جاتا ہوں جس کے متعلق انتظام کیا گیا تھا۔ کہ آرمیٹیج کی آمد پر میں اس میں چھپ جاؤں گا۔"

"جائے تشریف لے جائے۔" وکیل نے کہا۔ اور وہ مسٹر ریڈکلف کو اس کمرہ تک چھوڑنے کے لئے ساتھ گیا۔

چلتے چلتے کہنے لگا۔ "مگر یہ آدمی مسٹر آکسنڈن۔۔۔؟"

میں نہیں جانتا کون ہے۔" ریڈکلف نے قطع کلام کر کے کہا۔ "اتنا معلوم ہے۔ کہ اس کی بی بی ان دنوں اس کی داشتہ بن کر رہتی ہے۔ جس کا ذکر جب آتا ہے۔ تو کسی جرم یا گناہ کے سلسلہ ہی میں آتا ہے۔ مسٹر آکسنڈن کی بی بی کا کچھ حال میں نے کرسچین سے بھی سنا تھا۔ جو اس زمانہ میں سر جان سٹیونڈ کے مکان پر تھا۔ جب..."

الفاظ ابھی نامکمل تھے کہ باہر کا دروازہ کھلا۔ اور مسٹر کولمین ریڈکلف کو وہیں چھوڑ کر مسٹر آکسنڈن سے ملنے چلا گیا۔

نووارد آتے ہی انداز کس سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا "بعض حالات ایسے پیش آئے ہیں کہ میں کسی لائق وکیل کی امداد چاہتا ہوں۔ آپ کی تعریف سننے میں آئی تھی اس لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ کیا آپ پیروی کرنا منظور کریں گے؟"

شروع میں کچھ جواب نہیں دے سکتا۔" مسٹر کولمین نے کہا۔ "البتہ آپ ان حالات کو مفصل بیان کریں جن کا ذکر کیا ہے۔ تو غالباً کوئی تسلی بخش جواب دے سکوں گا۔"

"معاملہ یہ ہے کہ ایک شخص نے جو اونچے طبقہ میں بہت بلند درجہ رکھتا ہے۔ میری بی بی کو مجھ سے جدا کر دیا ہے۔ وہ اُسے اغوا کر کے لے آیا ہے۔" مسٹر آکسنڈن نے بیان کیا۔ "یا کیوں نہ صاف ہی کہ دوں۔ اس شخص کا نام ڈیوک آف ہارچ مونٹ ہے۔ اب میں ایک طرف اس کو سزا اور دوسری جانب اپنی بی بی کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔ بس یہ دو کام ہیں جن کے لئے آپ کی مدد درکار ہے۔ اس کا آپ جو معاوضہ طلب کریں گے حاضر کر دوں گا۔"

"کیا آپ ڈیوک آف ہارچ مونٹ کے خلاف ہرجانہ کی نالش کرنا چاہتے ہیں؟" وکیل نے دریافت کیا۔ "اور اس کے بعد اگر اس مقدمہ میں کامیابی ہو جائے۔ تو پھر کیا آپ کا ارادہ معاملہ کو دارالامرا تک لے جا کر طلاق حاصل کرنے کا ہے؟"

"جی ہاں یہی میرا ارادہ ہے۔" مسٹر آکسنڈن نے جواب دیا۔ "اور خدا جانتا ہے مجھے اس وقت تک چین نہ آئے گا۔ جب تک اس بدمعاش کو جس نے میری بیوی کو اغوا کیا قرار واقعی سزا نہ مل جائے"

"آپ کے پاس شہادتیں موجود ہیں؟" مسٹر کولمین نے پوچھا۔

"بہترین شہادت یہ ہے۔ کہ میری بی بی ان دنوں ڈیوک ہی کے پاس رہتی ہے۔" مسٹر آکسنڈن نے جواب دیا۔ "اس نے اس کے لئے ایک عالی شان مکان کرایہ پر لے دیا ہے۔ گھوڑے اور گاڑیاں اور نوکر مہیا کر دیئے ہیں۔ اور وقتاً فوقتاً اس کے پاس جاتا ہے..."

"یہ سب باتیں اگر عدالت میں ثابت ہو جائیں تو کافی ہے"، مسٹر کولمین نے قطع کلام کر کے کہا "خیر آپ اس وقت جو حالات بیان کرتے ہیں میں انہیں نوٹ کر لیتا ہوں۔ اب آپ ایک دو دن کے عرصہ میں پھر آسکیں۔ تو میں اپنی آخری رائے سے مطلع کر سکوں گا"

اس کے بعد مسٹر آکسفرڈن رخصت ہو گیا۔ اور اسے گئے بہت دیر نہ گذری تھی کہ مسٹر آرمیٹج کی آمد کی اطلاع دی گئی۔ اس شخص کی عمر ہر چند ۵۲ سال سے اوپر نہ تھی۔ مگر دائمی فکر و غم نے ابھی سے اس کے چہرہ پر ضعف و نقاہت کے آثار پیدا کر دیے تھے۔ سر کے بال سفید اور پیشانی پر لمبی لکیریں نمودار ہو گئیں۔ اور بلند نظری اور بالادستی کے جو آثار پہلے چہرہ سے نمودار ہوا کرتے تھے۔ اب مصیبت کے نشان میں بدل گئے۔ کمرہ میں داخل ہوا تو اتنا غریب و مسکین نظر آتا تھا۔ کہ صورت کہہ دیتی تھی۔ وہ روپیہ ادا کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ کسی رعایت و درگذر کی درخواست کرنے آیا ہے وکیل کی تیز آنکھ نے فوراً اس کی حالت معلوم کر لی۔ لیکن یہ بات ظاہر نہیں کی۔ چنانچہ بڑے اخلاق سے پیش آیا۔ بیٹھنے کی درخواست کی۔ اور اس کے بعد آپ بھی میز کے پاس بیٹھ کر اس سرخ فیتے کو کھولنے لگا جس میں تمسکات بندھے ہوئے تھے۔

"کہیے مزاج کیسا ہے؟" اس نے پوچھا۔ "آمد عین الوقتی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ حسب وعدہ اس معاملہ کو طے کرنے کیلئے تشریف لائے ہیں۔ خیر یہ آپ کی بڑی عنایت ہے۔ کیونکہ اتفاق سے انہی دنوں میرے موکل کو..."

"آہ! کیا آپ کے موکل کو روپیہ کی ضرورت ہے؟" آرمیٹج نے بے چین ہو کر پوچھا "تو کیا وہ روپیہ آپ کا ذاتی نہ تھا؟..."

"خوب۔ آپ نے بھی مذاق کی حد کر دی" مسٹر کولمین نے آرمیٹج کی بے چینی نظر انداز کر کے کہا "حضرت ہم وکالت پیشہ لوگوں کا کام اب اتنا فائدہ بخش نہیں رہا۔ کہ ہم اپنی گرہ سے لوگوں کو روپیہ تو دے دیں۔ اور روپیہ بھی کتنا پچاس ہزار پونڈ..."

"آہ! اب کیا کیا جائے؟" بدنصیب آرمیٹج نے مایوسی سے اپنے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟ کیا آپ ادائیگی کا بندوبست کر کے نہیں آئے؟" مسٹر کولمین نے سنجیدگی سے پوچھا "حضرت آج آپ کی میعاد ختم ہوتی ہے۔ اور یاد ہوگا۔ آپ نے یہ تحریر لکھ کر دی تھی۔ کہ اگر وقت معینہ پر روپیہ ادا نہ ہو۔ تو پھر ملکیت اور جائداد سے وصول کیا جائے..."

"افسوس یہ صحیح ہے۔ مگر غالباً آپ روپیہ ادا نہ ہونے کی صورت میں کوئی شدید کاروائی

حل ہی نہ لائیں گے۔" آرمیٹیج نے انداز وحشت سے کہا۔ "آپ مجھ بد نصیب کو جیل میں ڈلوانا
پسند نہ کریں گے۔"

"میں اس کا جواب کیا دے سکتا ہوں۔" کوملین نے کہا۔ "میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ کہ روپیہ میرا
ذاتی نہیں۔ بلکہ دوسرے آدمی کا ہے۔ مجھے ناچار اس کی وصولی کے لئے اس کی ہدایت پر عمل
کرنا پڑے گا۔"

"مگر اس سے کہہ کر میعاد بڑھوانا تو آپ کے اختیار میں ہے۔" آرمیٹیج نے سخت تشویش کی حالت
میں کہا۔ "آہ اگر ایسا نہ ہوا۔ تو واللہ میں برباد ہو جاؤنگا۔ اور میرے ساتھ کئی بیگناہ بھی گھن کی طرح
پس جائیں گے۔ اور یہ اس حالت میں کہ ایک نفع بخش تجویز میرے سامنے ہے۔ جس کی بدولت
تھوڑے عرصہ میں لاکھوں روپیہ کمایا جا سکتا ہے۔ دیکھئے میں التجا کرتا ہوں جس طرح ممکن ہو
اس کھوئی ہوئی بازی کو جیتنے کا موقعہ دیجئے۔ سردست میں ایک خوفناک گرداب میں پھنسا ہوا
ہوں۔ مگر آپ مہربانی کریں تو ان مصیبتوں کا جلد ہی خاتمہ ہو جائے گا۔ لیکن اگر آپ نے انکار
کیا . . ."

اس وقت آرمیٹیج کا چہرہ اس قدر سہما ہوا۔ اور اس کا لہجہ اتنا پر ہراس تھا۔ کہ صاف
نظر آتا تھا۔ اگر وکیل نے انکار کر دیا۔ تو وہ فوراً غش کر جائے گا۔ رنگت زرد۔ گال پچکے ہوئے
مگر آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ اور وہ حسرت و یاس کی تصویر بنا ہوا کسی قدر آگے
جھک کر کوملین کے چہرہ کو بے چین نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وکیل فطرتاً رحم دل تھا۔ اس دردناک
حالت کو دیکھ کر اس کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ اور خود ریڈکلف کو بھی جو باہر کے کمرہ میں چھپا ہوا تھا
آرمیٹیج کے الفاظ سن کر اس پر بہت رحم آیا۔ مگر تجویز پختہ ہو چکی تھی۔ اور اس پر عمل کرنے کے سوا
چارہ کار نہ تھا۔

"اگر آپ نے انکار کیا۔" آرمیٹیج نے سابقہ فقرہ کو پورا کرتے ہوئے کہا۔ "تو خیر میری تباہی
میں تو شک ہی نہیں۔ رنج اس بات کا ہے۔ کہ میرے ساتھ حسین و خلیق نومبری عزیز بیٹی جس
کی خاطر میں نے ہر طرح کی محنت شاقہ جد و جہد کر کے یہ دولت جمع کی تھی۔ وہ بھی برباد ہو جائے گی
اس بیچاری کو جو نہیں جانتی غریبی کسے کہتے ہیں۔ افلاس و احتیاج کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ پھر
اس کا شوہر لارڈ ڈاکسٹون میرٹیج بھی تباہ ہونے سے نہ بچے گا۔ آہ! مجھے یقین نہیں آتا کہ آپ
ہم سب کو برباد کرنا منظور کریں گے۔ آپ کی صورت کہے دیتی ہے۔ کہ آپ ایک درد مند دل رکھتے

مسٹر آرمیٹیج" کولمین نے بے قرار ہو کر کہا۔ "یہ بتائیے اس وقت آپ کے پاس کتنا روپیہ حاضر ہے؟"

"روپیہ! افسوس سر دست ایک سو پونڈ بھی ایسے نہیں ہیں جنہیں میں اپنا کہہ سکوں" بدنصیب آدمی نے لہجہ اذیت میں کہا۔ "میں جو امید کرتا تھا کہ لاکھوں کما کر گنج قارون جمع کر دوں گا۔ افسوس اس حالت زار تک پہنچ چکا ہوں! نہ تقدیر منہ پھیرتی نہ تدبیریں الٹی ہوتیں۔ رحم کیجیے۔ خدارا میرے حال پر رحم کیجیے۔"

"مسٹر آرمیٹیج" کولمین نے اپنی جگہ سے اٹھ کر عزم مصمم کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "آپ نے وہ روپیہ وقت معینہ پر ادا کرنے کی شرط پر لیا تھا۔ میعاد پوری ہو گئی۔ اب میرا موکل اس کی واپسی کے لئے اصرار کرتا ہے۔ ذاتی طور پر مجھے آپ کی حالت پر واقعی رحم آتا ہے۔ مگر مجبور ہوں۔ میں کچھ کر نہیں سکتا۔"

"اف! اف! تب کیا ہو گا!" بدنصیب آدمی نے اپنے استخوانی چہرہ کو انداز حسرت سے مسٹر کولمین کی طرف اٹھا کر پوچھا۔

"لاچاری ہے۔" کولمین نے اسی لہجہ استقلال میں جواب دیا۔ "موکل کی فیصلہ کن ہدایات کے سامنے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اور اس کے ساتھ جب دیکھا جائے کہ آپ اور لوگوں کے بھی مقروض ہیں۔ اور ہنڈیوں کے ذریعہ کم و بیش میں ہزار پونڈ حاصل کر چکے ہیں۔۔۔"

"میں انکار نہیں کرتا" آرمیٹیج نے افسوسناک لہجہ میں کہا۔ اور اس کا چہرہ اور بھی بھیانک ہو گیا۔ "آرمیٹیج یہ منحوس ہنڈیاں ضرور تیری تباہی کا باعث ہوں گی" یہ الفاظ اس نے اپنے آپ سے مخاطب ہو کر اس انداز سے کہے۔ کہ معلوم ہوتا تھا۔ شدت یاس سے اس کے دماغ میں فتور پیدا ہو چلا ہے۔

"کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ ہنڈیاں بھی میرے ہاتھ آ چکی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ان پر بھی اسی موکل کا قبضہ ہو گیا ہے جس نے پہلا روپیہ آپ سے لینا ہے" مسٹر کولمین نے پوچھا۔

"مگر ان کا روپیہ تو ابھی قابل ادا نہیں ہوا" مسٹر آرمیٹیج نے مری ہوئی آواز سے کہا۔

"بے شک نہیں ہوا۔ مگر چند دن تک ہو جائے گا۔" وکیل نے جواب دیا۔ "فرمائیے اس روپیہ کی ادائیگی کا کیا انتظام ہو گا؟ مجموعی طور پر میرے موکل کے آپ پر ۱۸ ہزار پونڈ آتے ہیں۔ اور آپ کے پاس ادائیگی کا کوئی ذریعہ نہیں۔۔۔ مگر ہاں ڈیوک آف مونٹ آپ کے بے تکلف دوست ہیں۔

تھا۔ وہ کچھ مدد کرسکیں گے۔"

"بہت کم۔ شاید دس بیس ہزار روپے دیں۔" آرمیٹج نے جواب دیا۔ "مگر باقی کے لیے کیا ہو؟ میں اس سے زیادہ مانگنے کی جرات نہیں کرسکتا۔"

"اور میرے موکل کا تقاضا ہے کہ میعاد ختم ہوتے ہی اس کا حساب کوڑی پیسہ سے بے باق کیا جائے۔ ورنہ۔۔۔"

"ورنہ؟" آرمیٹج نے گھبرا کر کہا۔ "وکیل صاحب اتنی سختی نہ کیجیے۔ میرے لئے نہیں تو میری غریب بیٹی کے لئے جو بیمار ہو کر تبدیل آب و ہوا کے لئے فرانس گئی ہوئی ہے۔ رحم کو کام فرمائیے۔ آہ جب اس کو معلوم ہوا۔ کہ میرا بدنصیب باپ قیدخانہ میں چلا گیا ہے۔ تو وہ بن آئی موت مرجائیگی وہ اس صدمہ سے ہرگز جانبر نہ ہو سکے گی۔"

"افسوس ہے کہ میں اس معاملہ میں کچھ نہیں کرسکتا۔" وکیل نے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا۔ "دو ہی صورتیں ہیں۔ یا میرے موکل کا اطمینان کر دیجئے۔ ورنہ مجھے اس کی ہدایات پر عمل کرنا پڑے گا میں بے شک آپ کو رحم و ہمدردی کا مستحق سمجھتا ہوں۔ مگر فرض مجبور کرتا ہے۔ فرمائیے میں آپ کے یا آپ کی بیٹی کے لئے کیا کرسکتا ہوں؟"

"لیکن آپ کا موکل کون ہے؟" آرمیٹج نے حالت یاس میں پوچھا۔ "یقیناً وہ اتنا سنگدل نہ ہوگا۔ کہ تین آدمیوں کو تباہی کے اس بھیانک غار میں دھکیلنا پسند کرے جس سے نکلنے کی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی۔ دیکھیے جیسے بھی ممکن ہو۔ تھوڑی مہلت اور لے دیکھیے۔ میں تو آپ سے مدد مانگنے آیا تھا۔ اگر یہ نہیں تو کم از کم ایزادی مہلت کی رعائت ضرور دیجئے۔ دوسری صورت میں اگر آپ نے میرے ہاں قرق کے آدمی بھیج دیئے۔ اور انہوں نے مجھے گرفتار کر کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا تو۔۔۔ اُف! یہ ذلت مجھ سے برداشت نہ ہوگی۔ اور۔۔۔ اور جب اس کی خبر زوے کے کانوں تک پہنچے گی۔۔۔"

"مسٹر آرمیٹج کیا اپنی بیٹی کو تباہی سے بچانے کے لئے آپ کچھ ایثار کر سکتے ہیں؟" وکیل نے یکایک پوچھا۔

"ایثار! کیسا ایثار؟" آرمیٹج نے گھبرا کر پوچھا۔ "بتلائیے میں اس ہولناک مصیبت سے بچنے کے لئے کیا کرسکتا ہوں؟ کونسا طریقہ ہے۔ جس سے۔۔۔؟"

"ایک ہے۔" کولمین نے پُرسکون لہجہ میں جواب دیا۔ "ابھی آپ اسکو سمجھنے سے قاصر ہیں بہرصورت

ایک ذریعہ ایسا موجود ہے ۔ ۔ ۔"

"تو خدا کے لئے اس کو ظاہر کیجئے۔" بدنصیب آدمی نے بے چین ہو کر کہا۔" اگر کوئی صورت میرے اور میرے متعلقین کے اس ہولناک تباہی سے بچنے کی موجود ہو۔ تو اسے ظاہر کیجئے۔ تاکہ ۔ ۔"

"ایک ترکیب میرے ذہن میں ایسی ہے جس سے آپ کو دیوانی حوالات سے بچایا جا سکتا ہے" وکیل نے جواب دیا۔" اور اگر آپ اس پر عمل کرنا منظور کریں۔ تو میں اس کا بھی وعدہ کر سکتا ہوں کہ ۔ ۔ گو آپ کو میرے الفاظ عجیب اور ناقابل یقین معلوم ہوں گے۔ تاہم یہ امر واقعہ ہے ۔ ۔ کہ ہنڈیاں اور تمسکات سب کے سب آپ کے سامنے چاک کر کے جلتی آگ میں پھینک دیئے جائیں گے۔ آپ کی بگڑی ہوئی حالت کی اصلاح کی جائے گی۔ اور آپ کی عزیز بیٹی کا کھویا ہوا روپیہ بھی بنک میں جمع کرایا جائے گا۔ لیکن شرط یہ ہے ۔ ۔ ۔"

"کہئے۔ خدا کے لئے کہئے!" آرمیٹج نے امید و بیم کی حالت میں دیوانہ وار اصرار کیا۔" زو کو مصیبت سے بچانے کے لئے ۔ ۔ ۔"

وہ فقرہ کو نامکمل ہی چھوڑ کر چپ ہو گیا۔ جذبات دبائے نہ دب سکے۔ اور وہ بے اختیار رونے لگا مسٹر کولین چپ چاپ کھڑا اس کی حالت دیکھا کیا۔ آخر جب آرمیٹج کا جوش گریہ کم ہوا۔ تو اسی پُرسکون لہجہ میں بولا۔" مسٹر آرمیٹج بے شک آپ کے بچاؤ کا ایک ذریعہ اب بھی ہے۔ مگر اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے آپ کو بہت بڑی قربانی کرنی ہوگی۔ یعنی آپ کے دل میں عمر بھر کے جتنے بھید چھپے ہوئے ہیں۔ ان سب کو ظاہر کرنا پڑے گا۔"

"بھید! کیسے بھید؟" آرمیٹج نے انداز حیرت سے پوچھا۔" افسوس میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا"

"حالانکہ ایسا کرنا بہت مشکل نہ تھا۔" وکیل نے جواب دیا۔" اگر آپ اپنے سینہ کے عمق میں نظر غور سے دیکھ سکیں۔ اگر آپ کی ذہنی آنکھ بطن کے ان حصوں کو تلاش کرے جن کا منہ آج تک بند ہے۔ تو معلوم ہوگا کہ بعض عجیب و خوفناک راز ان میں چھپے ہوئے ہیں۔ اب اگر آپ ان بھیدوں کو دن کی روشنی میں لانا منظور کریں۔ تو رسوائی اور بربادی سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ ورنہ عدم ادائے قرضہ کے لئے جیل ہی میں جانا پڑے گا۔"

"میں اب بھی آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" آرمیٹج نے جواب دیا۔ گو اس کے چہرہ سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وہ اس گفتگو سے بے حد مضطرب ہو گیا ہے۔

"اچھا تو سنئے میں زیادہ کھلے لفظوں میں سمجھاتا ہوں۔" مسٹر کولین نے جواب دیا جس وقت سے

میں نے آپ سے لین دین کا تعلق پیدا کیا۔ میرا مقصد ایک، اور فقط ایک تھا۔ میں نے معلوم کیا تھا۔ کہ آپ مالی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ یہ معلوم کرتے ہی میں نے اپنے موکل کا روپیہ آپ کو قرض دیا۔ میں بے وقوف نہ تھا۔ کہ بے سوچے سمجھے آپ سے لین دین شروع کیا۔ میں نے اس نیت سے ایسا کیا تھا۔ کہ کسی طرح آپ کو قابو میں لایا جا سکے۔ اسی سلسلہ میں میں نے معلوم کیا۔ کہ آپ نے کچھ ہنڈیاں بھی لکھی ہیں۔ میں نے فوراً ان کو خرید لیا۔ تاکہ جب وقت آئے آپ پوری طرح میرے اختیار میں ہوں۔ آج وہ دن آگیا ہے۔ حالات کا جال آپ کے گرد کسا جا چکا۔ اب بچاؤ کی فقط وہی صورت ہے۔ جو میں بیان کر چکا ہوں۔ اب اگر آپ میری شرط منظور کریں۔ تو میں سارے تمسک اور دستاویز آپ کے سامنے چاک کر کے جلانے کو تیار ہوں۔ اپنے موکل کی طرف سے میں اس بات کا بھی وعدہ کرتا ہوں۔ کہ آپ نے اپنی بیٹی کا جو روپیہ ضائع کیا ہے۔ وہ بحال کر دیا جائے گا۔ اس سے بھی بڑھ کر آپ کو کئی ہزار پونڈ کی رقم بطور امداد دی جا سکتی ہے۔ کہ آپ اس سے اپنی بگڑی ہوئی حالت کو سنبھال سکیں۔ اور زندگی کو از سر نو شروع کرنے کا موقعہ مل جائے۔ لیکن یہ سب اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ کہ عہد ماضی کے بعض واقعات کی نسبت ایک ایک حرف جو آپ کو معلوم ہے۔ پوری ایمانداری سے ظاہر کر دیں۔ منظور ہو تو میں اپنی شرط ابھی پیدا کرنے کو تیار ہوں۔۔۔ غالباً آپ نے میرا مطلب اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔" اس نے موثر لہجہ میں کہا۔ "آپ کی صورت کہے دیتی ہے۔ کہ زیادہ تشریح کی حاجت نہیں۔"

"آہ! جو میں سنتا ہوں۔ کیا محض وہم ہے؟ جو میں دیکھتا ہوں۔ کیا حالت خواب ہے؟ آپ کے الفاظ ایک سنجیدہ مذاق تو نہیں ہیں؟" یہ کہتے ہوئے آرمیج نے دونو ہاتھوں سے کنپٹیوں کو دبایا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کے دماغ میں چکر سا آرہا ہے۔

"مسٹر آرمیج جو کچھ آپ نے سنا وہ حرف بہ حرف ٹھیک ہے۔" مسٹر کولمین نے جواب دیا۔ "کیا میں پہلے ہی نہیں کہہ چکا۔ کہ سب انتظام پورے غور و خوض کے بعد کیا گیا ہے۔ میں نے قصداً آپ کو تلاش کر کے زبردستی روپیہ قرض دیا۔ کیونکہ اس وقت آپ کو اسکی ضرورت نہ تھی۔۔۔"

"سچ ہے۔" آرمیج نے آہستہ سے کہا۔ پھر وکیل کے چہرہ کو نظر غور سے دیکھ کر کہنے لگا "بالفرض میں سارے حالات ظاہر کر دوں۔ تو مجھے تو کسی طرح کا گزند نہ پہنچے گا؟"

"میرے خیال میں نہیں۔" مسٹر کولمین نے جواب دیا۔ "کیونکہ گو آپ نے دوسرے آدمی کا جرم چھپانے میں نمایاں حصہ لیا۔ تاہم صحیح معنوں میں مجرم آپ نہیں ہیں۔"

آرمیج تھوڑی دیر چپ چاپ سوچتا رہا۔ اس کے سینہ میں ایک عجیب کشمکش ہو رہی تھی۔ آخر

وکیل کی طرف منہ پھیر کر اس نے کہا۔ بے شک میں بعض حالات ظاہر کر سکتا ہوں۔ مگر ان سے فائدہ کیا؟

اس سوال کا جواب میں نہ دونگا" کولمین نے کہا۔ اور پھر فوراً ہی سنجیدگی اختیار کر کے کہنے لگا۔ مسٹر آرمیج وہ وقت اب دور نہیں جب خدائی انصاف ان بھیدوں کو ظاہر کر دے گا۔ جو دنیادی نقصان سے محفوظ رہے تھے۔ آپ دیکھ سکتے ہیں۔ کہ میں بعض خاص حالات سے واقف ہو کر ہی اس لہجہ میں گفتگو کر رہا ہوں۔ اگر نتیجہ کا پہلے سے یقین نہ ہوتا۔ تو اتنی دوسری مول لینے اور روپیہ کو خطرہ میں ڈالنے کی حاجت کیا تھی؟ غور کیجیے تباہی کا غار آپ کے سامنے منہ کھولے ہوئے موجود ہے۔ اس رعایت سے فائدہ نہ اٹھایا۔ تو اس میں گرنا یقینی ہے۔ ہاں اگر آپ میرا کہا مان لیں۔ تو یہ عزت اسی طرح بنی رہیگی۔ اور آپ پہلے ہی خوشحالی کی زندگی بسر کر سکیں گے۔"

"اور آپ میرے سب قرضے معاف کر دیں گے۔ اور میری بیٹی کا روپیہ بھی جو برباد ہو چکا ہے مل جائے گا؟"

"یہ سب کچھ ہوگا" مسٹر کولمین نے جواب دیا۔ "لیکن آپ کو . . . "

بات اس کے منہ میں تھی۔ کہ دروازہ کھلا۔ اور ایک محرر نے اطلاع دی "ڈیوک آف مارچ مونٹ تشریف لائے ہیں۔"

وکیل اس نام کو سن کر چونک گیا۔ اور اس کے چہرہ سے حیرت و اضطراب ظاہر ہونے لگا حیرت اس خیال سے کہ ڈیوک عین موقعہ پر کیسے آگیا۔ اور اضطراب اس لیے کہ اب ڈر تھا ساری بنی بنائی بگڑ جائے گی۔ خود آرمیج بھی ڈیوک کی آمد سن کر بے چین ہو گیا۔ اور اس نے پہلے مسٹر کولمین اور پھر ڈیوک کی طرف جو اس وقت اندر آ گیا تھا دیکھا۔ معلوم ہوتا تھا۔ وہ ڈیوک کی آمد کو کسی گہری سازش کا حصہ سمجھتا ہے۔ مگر اس بارہ میں اس کی غلط فہمی جلدی رفع ہو گئی۔ کیونکہ ڈیوک نے اسے دیکھتے ہی حیرت سے کہا "آرمیج تم کہاں! . . . آہ یاد آگیا۔ تمہارا مسٹر کولمین سے لین دین ہے۔ غالباً اسی لیے آنا ہوا . . . مسٹر کولمین میں اس دخل اندازی کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ پہلے آپ کے محرر نے بے شک کہا تھا کہ آپ مصروف ہیں۔ لیکن میرا کارڈ دیکھ کر کہنے لگا۔ شاید آپ مجھ سے مل لیں گے۔"

"مائی لارڈ میں پہلے آپ ہی کو وقت دیتا ہوں۔" وکیل نے کہا "مسٹر آرمیج آپ ذرا دوسرے کمرہ میں چلے جائیے۔ میرا محرر آپ کو چھوڑ آتا ہے۔ ادھر سے فارغ ہو کر ابھی آپ کو بلاتا ہوں۔"

محرر ابھی تک دروازہ میں کھڑا تھا۔ مالک کا اشارہ پا کر مسٹر آرمیج کو الگ کمرہ کی طرف لے چلا اور وہاں صرف کولمین اور ڈیوک آف مارچ مونٹ رہ گئے۔ یوں تو مسٹر ریڈکلف بھی پاس کے کمرہ میں

چھپا ہوا ان کی گفتگو سن سکتا تھا۔ لیکن ظاہر میں اس جگہ وہی دو نو تھے۔ وکیل نے ڈیوک آف مارچ مونٹ سے بیٹھنے کی درخواست کی۔ پھر کہا "فرمائیے کیسے تشریف آوری ہوئی؟"

اس کے لہجہ میں ایک عجیب سرد مہری پائی جاتی تھی جسے ڈیوک نے جو تعظیم و تکریم کا عادی تھا۔ فوراً محسوس کیا۔ لیکن اسے مصلحتاً نظر انداز کر کے اس نے کہا "مسٹر کولمین آپ کا وقت قیمتی ہے۔ میں اسے ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ ایک معمولی سوال پوچھنے کے لئے آپ کو تکلیف دی ہے۔ امید کرتا ہوں۔ آپ اس کا صاف و سادہ لفظوں میں جواب دیں گے۔"

"فرمائیے میں ہمہ تن گوش ہوں۔" وکیل نے میز کے پاس بیٹھ کر ڈیوک کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے سنا ہے۔ آپ کچھ مدت سے میڈم اینجلیک نامی ایک فرانسیسی عورت کے بارے میں غیر معمولی تحقیقات کر رہے ہیں جس سے وہ غریب بہت پریشان ہے۔" ڈیوک نے کہا۔ "آپ سے پردہ نہیں۔ ہر انسان میں کچھ نہ کچھ کمزوری پائی جاتی ہے۔ اور چونکہ مجھے خرق عادت کا دعوےٰ نہیں۔ اس لئے تسلیم کرتا ہوں کہ باوقات مختلف میرا بھی اس کے قمار خانہ پر جانا آنا رہا ہے۔ مگر اب ایک مدت سے وہ اس کاروبار کو ترک کر کے ایک بنگلہ میں بالکل الگ تھلگ رہتی ہے۔ اتفاقاً ایک دن میرا جو اس طرف سے گذر ہوا۔ تو میں نے دیکھا وہ آپ کی تحقیق سے بہت سہمی ہوئی تھی ..."

"حالانکہ میں یقین دلاتا ہوں اب ایک مدت سے میں نے اس عورت کی نسبت کوئی تحقیقات نہیں کی۔" مسٹر کولمین نے جواب دیا۔ "ایک زمانہ تھا جب میں تخریب اخلاق کے الزام میں اس کے خلاف استغاثہ دائر کرنا چاہتا تھا۔ مگر جب سے وہ اس ناپاک پیشہ کو ترک کر کے مضافات شہر میں آباد ہو گئی ہے۔"

"تو گویا اب آپ کو اس کے خلاف کوئی شکایت نہیں ہے؟" ڈیوک نے جلدی سے پوچھا۔

"سچ پوچھئے تو اب نہ وہ باغ ارم باقی ہے۔ نہ وہ حوریں جو اس میں رہا کرتی تھیں۔ یعنی جو کام آپ از روئے قانون کرانا چاہتے تھے۔ وہ اس عورت نے بالارادہ کر دیا۔ اور آپ کے لئے اب وجہ شکایت باقی نہیں۔ حیرت ہے۔ پھر اس کو خوف کیوں دامنگیر ہے؟ میرے خیال میں یا تو میڈم اینجلیک کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یا کسی نے اس کو دھمکایا ہے۔ بہر حال یہ خیال اب تک اس کے ذہن سے خارج نہیں ہوا۔ کہ آپ کی آنکھ برابر اس پر لگی ہوئی ہے۔ اور آپ عنقریب کوئی سخت کارروائی

کرنا چاہتے ہیں۔ یہ صورت ہو تو میں چونکہ پرانے تعلقات کی خاطر میڈم اینجلیک کی مدد کرنے کو تیار ہوں۔ اس لئے اگر آپ فرمائیں..."

"معاف کیجئے مائی لارڈ" وکیل نے اور بھی سرد مہری سے کہا۔ "آپ ایسے معزز شخص سے مجھے ہرگز امید نہ تھی۔ کہ ایک ادنیٰ محض کار عورت سے اتنی ہمدردی کریں گے..."

"آپ کا خیال از روئے اخلاق صحیح ہے۔" ڈیوک نے سر کو انداز نخوت سے اٹھاتے ہوئے جواب دیا۔ "اور واقعی وہ لوگ جن کی عمر دکھاوے کی پارسائی میں گذری ہو۔ اور جو دنیا کی لذتوں سے محروم رہتے ہوں۔ وہ ان باتوں کو بہت کم سمجھتے ہیں۔ بہرحال" اس نے فوراً ہی نرمی کا لہجہ اختیار کر کے کہا "میں درخواست کرتا ہوں۔ اب آپ اس معاملہ سے درگذر کریں۔ کیونکہ انتقام شرافت کا شیوہ نہیں۔ اگر آپ نے میڈم اینجلیک کے خلاف چارہ جوئی کی تو کیا عجب وہ اپنے بعض صاحب حیثیت مربیوں کے نام برسر عدالت ظاہر کرنے پر مجبور ہو۔ اس حالت میں ادنیٰ لوگوں کو بہت سے شریفوں اور امیروں کی نسبت دھول اڑانے کا موقعہ مل جائے گا۔ میں ان کی طرف سے میں یہ کہنے کے لئے حاضر ہوا ہوں..."

"مائی لارڈ۔ میں آپ کا مطلب سمجھ گیا" مسٹر کولین نے قطع کلام کر کے کہا۔ "مگر میرا جواب نہایت مختصر ہے یعنی میں اس گندے مضمون پر زیادہ بحث کرنا نہیں چاہتا۔ سردست میڈم اینجلیک کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں لانا مقصود نہیں۔ لیکن اگر اس کی ضرورت ہوئی۔ تو دنیا کے بڑے سے بڑے امیر و رئیس کی عزت کا خیال بھی مجھے حق و انصاف کی حمایت سے باز نہ رکھے گا۔"

مارچ مونٹ کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ اس نے فرط غضب سے ہونٹ چبایا۔ مگر فوراً ہی انتہائی ضبط سے کام لیکر کہنے لگا۔ "آپ کے لہجہ بیان سے قطع نظر جس میں تہذیب کی بجا اخلاق کا عنصر غالب ہے میں اس فیصلہ کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ آپ اس عورت کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں لانا نہیں چاہتے۔ اچھا اب رخصت کی اجازت دیجئے۔"

اتنا کہہ کر ڈیوک نے رسمی سلام کیا۔ اور دروازہ کی طرف جا رہا تھا۔ کہ کچھ سوچ کر رک گیا پھر کہنے لگا۔ "ہاں ذرا آرچیبج کا خیال رکھئے۔ آدمی بڑا قابل ہے۔ مگر کچھ مدت سے سٹہ کا پرستار بن گیا ہے۔ بس ہر وقت یہی سوچا کرتا ہے۔ کہ میں اس ذریعہ سے خوب دولت پیدا کروں۔ میں امید کرتا ہوں۔ اس کے حالات..."

"مائی لارڈ" مسٹر کولمین نے جلدی سے قطع کلام کرکے کہا "میں بے وجہ ایک آدمی کے حالات دوسرے پر ظاہر نہیں کیا کرتا ..."

ڈیوک آف ماپچ مونٹ نے دوسری بار ہونٹ چبایا۔ اور جواب میں کچھ اور کہنا چاہتا تھا۔ مگر ضبط ہی کو بہتر سمجھ کر چپ چاپ رخصت ہوگیا۔ رستہ میں ایک کمرہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ڈیوک نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ تو پٹ کی اوجھل میں آرمیٹج دکھائی دیا۔ ڈیوک کو دیکھ کر مضطرب لہجہ میں کہنے لگا "مائی لارڈ ٹھہرئیے۔ میں چند الفاظ عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

مسٹر کولمین کو اس ملاقات کا پہلے ہی اندیشہ تھا۔ اس لئے ڈیوک کے رخصت ہوتے ہی اس کے پیچھے پیچھے باہر چلا آیا۔ اب اس نے آرمیٹج کو یہ کہتے ہوئے سنا تو سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہئے؟

"کیا مجھ سے؟" ڈیوک نے مسٹر کولمین کو پیچھے پیچھے آتے دیکھ کر لاپروائی سے پوچھا۔ "بتاؤ کہاں گفتگو ہو؟"

"مسٹر کولمین کو غالباً اس سے انکار نہ ہوگا۔ کہ ہم تھوڑی دیر اسی کمرہ میں بیٹھ کر باتیں کرلیں" آرمیٹج نے وکیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں مجھ کو اعتراض نہیں" وکیل نے جواب دیا۔ اور اس نے سوچا۔ کہ اگر میں نے یہ سادہ سی درخواست نامنظور کی۔ تو اسے میری انتہائی بداخلاقی پر محمول کیا جائے گا۔

وہ مجبور ہو کر اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ اور ڈیوک آف ماپچ مونٹ آرمیٹج کے کمرہ میں داخل ہوا۔ دروازہ بند کرکے اس نے کپکپاتی ہوئی آواز سے کہا۔ "بتاؤ ٹریورس ... نہ مسٹر آرمیٹج۔ بتاؤ کیا معاملہ ہے؟ یہ زرد چہرہ۔ یہ مضطربانہ انداز کیا معنی رکھتے ہیں؟ کیا کوئی نیا سانحہ پیش آیا ہے؟ اگر میرا خیال غلط نہیں تو اس بے قراری کی وجہ غالباً ان شاندار تجویزوں کی ناکامی ہے جن کا ذکر کیا کرتے تھے۔ آخری مرتبہ جو روپیہ مجھ سے لائے تھے۔ کیا سب کا سب ضائع ہو گیا؟ ..."

"مائی لارڈ جو میں کہتا ہوں۔ مہربانی سے اس کو بغور سنئے۔" آرمیٹج نے کہا۔ "معاملہ ایسا نہیں جسے سرسری سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے۔"

"یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ معاملہ سرسری نہیں ہے۔" ڈیوک نے بے چین ہو کر کہا۔ "ظن غالب یہی ہے کہ اب پھر تمہیں زر امداد درکار ہے۔ لیکن معاف کرو۔ میں مزید امداد نہ کر سکوں گا۔ ایک

تو پہلے تم نے ہی بے شمار روپیہ برباد کیا تھا۔ اب وہ بلائے بے درمان مسٹر آکسٹن عجیب خون آشامی کر رہی ہے۔ اس حالت میں تو گنج قارون بھی دنوں میں ختم ہو جاتا ہے۔"

یہ آخری الفاظ ڈیوک نے آرمیٹج کو مخاطب کر کے نہیں بلکہ زیادہ تر اپنے ہی دل سے کہے تھے پھر بھی وہ آرمیٹج کے کانوں تک پہنچ گئے۔ گو اس نے ان کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا۔

"مائی لارڈ معاملہ نے بڑی تشویشناک صورت اختیار کر لی ہے" آرمیٹج نے جواب دیا۔ "اس لئے پہلے میری گذارش سن لیجئے۔ اور میری بات کو قطع کرنے کی کوشش نہ کیجئے۔ اس بے تہ کی گفتگو میں جتنا وقت صرف ہوتا ہے۔ وہ سب ضائع ہو رہا ہے۔ حالانکہ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے علاوہ بریں جو میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں وہ مجھ سے زیادہ خود آپ کی بہتری سے تعلق رکھتا ہے..."

"ٹرلوپس!..." مارچ مونٹ نے آرمیٹج کی طرف تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"سرکار اس پانچ منٹ کے عرصہ میں آپ نے دو بار مجھے اس نام سے مخاطب کیا ہے" آرمیٹج نے کہا۔ "غور فرمائیے آپ کس بے احتیاطی سے کام لے رہے ہیں۔ غیر کا گھر ہے۔ جہاں غیر لوگ موجود ہیں۔ کیا عجب کوئی اس نام کو سن لے۔"

"کیا مضائقہ ہے" ڈیوک نے ظاہری لاپروائی سے جواب دیا۔ گو اس کی سہمی ہوئی نظروں سے اس مصنوعی بے باکی کی صریح تردید ہو رہی تھی۔ "کئی لوگوں کو معلوم ہے کہ ایک زمانہ میں تم یہی نام رکھتے تھے۔ پھر کیا حرج ہے...؟"

"افسوس ہے۔ آپ کسی کی نہیں سنتے۔" آرمیٹج نے بے قرار ہو کر کہا۔ "آپ کا دل محسوس کرتا ہے کہ اس میں نقصان ہے۔ مگر نہیں مانتے۔ سنئے اس وقت میری حالت بہت زار ہے۔ میں صحیح لفظوں میں تباہ و برباد ہو چکا ہوں۔ پچاس ہزار پونڈ اس وکیل یا یوں کہئے کہ اس کے موکل کے دینے ہیں۔ اور بیس ہزار کی ہنڈیاں اس کے علاوہ لکھ کر دے چکا ہوں جن کی میعاد چند روز میں ختم ہونے والی ہے۔ وہ ہنڈیاں بھی اس وکیل ہی کے قبضہ میں آ چکی ہیں۔ اس پر مستزاد بے چاری زیکا روپیہ ہے کہ جتنا میرے پاس تھا سب کا سب اس بیوپار کی نذر ہو چکا ہے..."

"ہاں، ہاں مگر ان باتوں کا مجھ سے کیا تعلق ہے؟" ڈیوک نے از راہ حیرت سے پوچھا

"یوں کہئے۔ کہ آپ سے کیا تعلق نہیں" آرمیٹج نے تلخ لہجہ میں کہا۔

"میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ براہ راست میرا اس لین دین سے کیا واسطہ؟" مارچ مونٹ نے قطع کلام کر کے کہا۔ "بے شک تمہاری خاطر..."

مائی لارڈ افسوس ۔ آپ سارا حال نہیں سنتے ۔" آرمیٹیج نے پھر بے چین ہو کر کہا "میں اپنی تباہی کا حال کہہ چکا۔ مگر اس کے مقابلہ میں ایک صورت اور بھی ہے یعنی میرے سامنے ایک ایسی عجیب ناقابل یقین اور پرکشش رہا تجویز پیش کی گئی ہے جس کی صحت کا بادی النظر میں یقین نہیں ہوتا حالانکہ وہ بالکل صحیح ہے ۔ اس تجویز کے مطابق میرے سب قرضے بیباق ہو سکتے ہیں ۔ بیٹی کی کھوئی ہوئی دولت بھی واپس مل سکتی ہے ۔ اور اس سے بھی زیادہ میرے لئے از سر نو کاروبار شروع کرنے کا اثاثہ مہیا کیا جا سکتا ہے ۔ بشرطیکہ ۔ ۔ ۔"

"کہو ۔ رُک کیوں گئے ؟" مارچ مونٹ نے پہلی مرتبہ اضطراب ظاہر کرتے ہوئے پوچھا ۔
"آپ کو میری بات کا یقین ہو یا نہ ہو ۔" آرمیٹیج نے کہا ۔ "مگر میں قسم کھا کر سچ کہتا ہوں ۔ کہ آج تک میری زبان سے آپ کے خلاف ایک لفظ تک نہیں نکلا ۔ اس کے باوجود وہ شرط جو اس تجویز سے وابستہ کی گئی ہے ۔ جس سے میرے قرضوں کی بیباقی منظور ہے ۔ یہی ہے کہ میں ایسے حالات ظاہر کر دوں ۔ ۔ ۔ غالباً آپ میرا مطلب سمجھ جائیں گے ۔"

"کیا ! کیا ؟" ڈیوک کے منہ سے بے اختیار نکلا ۔ اب اسکا چہرہ زرد ہو گیا ۔ اور وہ اس طرح لڑکھڑایا ۔ گویا فرش زمین پر گرا چاہتا ہے ۔

"مائی لارڈ سالہا سال سے آپ کا راز میرے قفس سینہ میں محفوظ ہے ۔" آرمیٹیج نے کہا "اور لاانتہا وجوہ ایسی ہیں ۔ جن کی بنا پر میں اس راز کو ہمیشہ مخفی رکھنا چاہتا ہوں ۔ لیکن میرے لئے ایک عظیم تحریص کا سامنا ہے ۔ حالات میری آزمائش کر رہے ہیں ۔ اور اب اس بات کا آخری فیصلہ آپ پر ہے ۔ کہ میری بگڑی ہوئی حالت کی اصلاح آپ کریں گے یا وہ وکیل جو دوسرے کمرہ میں بیٹھا ہوا ہے ۔"

آرمیٹیج نے یہ الفاظ ایک عجیب استقلال کے لہجہ میں کہے تھے ۔ انہیں سن کر مارچ مونٹ کا چہرہ بے رنگ ہو گیا ۔ اور وہ انداز وحشت سے کرسی کی پشت پر جھک گیا ۔ آنکھیں خلا کی طرف دیکھ رہی تھیں ۔ صورت دیکھ کر خوف ہوتا تھا ۔ اور وہ حالت اضطراب میں لمبے گہرے سانس لے رہا تھا ۔ اس وقت حقیقت میں اس کو وہ سزا مل رہی تھی جسے عقوبت دوزخ کہتے تھے ۔ ناقابل بیان اذیتیں اس کی روح کو بے چین کر رہی تھیں ۔

مخمور شرابی کی طرح اٹھ کر وہ لڑکھڑاتا ہوا آرمیٹیج کے پاس گیا ۔ اور کہنے لگا "ڈیوڈ ! مجھے یقین ہے ۔ تم ایسا نہ کرو گے ۔"

"مائی لارڈ۔ معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے۔" شخص مذکور نے جواب دیا" حالات مجھے خود غرض بنا رہے ہیں میں مجبور ہوں، کہ اپنی اور اپنے متعلقین کی بہتری کے لئے کوشش کروں۔ ستر ہزار پونڈ مجھے اس وکیل یا اس موکل دوست کے دینے ہیں۔ اور کئی ہزار کی ہنڈیاں اس کے علاوہ ایسی ہیں، جن کے متعلق افسوس آپ کو معلوم نہیں۔ کہ میں کن حالات سے مجبور ہو کر ان کا روپیہ وقت مقررہ پر ادا کرنا چاہتا ہوں۔"

"مگر ٹریورس یہ آدمی کولین تم سے کیا کہتا تھا؟" ڈیوک نے بیتابی سے پوچھا" اُسے کہاں تک حالات کا علم ہے۔ اس کے دل میں کیا شبہات ہیں؟ ضرور کوئی ایسی بات ہوگی جس کی بنا پر وہ یہ کارروائی کر رہا ہے۔"

"سرکار میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ مجھے ان حالات کا سرمو علم نہیں ہے جن کا آپ ذکر کرتے ہیں۔" آرمیتج نے جواب دیا" فی الحقیقت جب یہ معاملہ بار اول میرے پیش کیا گیا۔ تو میں خود حیران و ششدر رہ گیا تھا۔ اس کا تو غالباً آپ کو گمان نہ ہوگا۔ کہ میں نے قصداً کوئی بات ایسی کہی ہے"

"نہیں ٹریورس نہیں" مارچ مونٹ نے جلدی سے کہا۔

"مائی لارڈ خدا کے لئے اس نام کا استعمال چھوڑیئے" آرمیتج نے کہا" اس کی آواز خوفناک ہے۔۔۔"

"اچھا آرمیتج اب میں زیادہ احتیاط کرونگا۔" مارچ مونٹ نے قطع کلام کر کے کہا" لیکن بتاؤ۔ خدا کے لئے سچ بتاؤ" ڈیوک نے ان خوفناک اندیشوں کے زیر اثر جو دماغ میں ہیجان کر رہے تھے۔ پوچھا" یہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو۔ وہ محض اور روپیہ حاصل کرنے کی راہ سے تو نہیں ہے؟ تم نے قرضہ کی بیباقی کے لئے اس وکیل سے کوئی سازش تو نہیں کی؟ اگر ایسا ہے۔ تو صاف کہہ دو میں تم کو معاف کر دونگا۔ بخدا معاف کر دونگا۔ اور تمہاری مدد بھی کروں گا۔ لیکن میرے دل میں جو تشویش پیدا ہوگئی ہے۔ اس کو رفع کر دو۔ بتاؤ کسی کو میرے خلاف شبہ تو نہیں ہے؟ آرمیتج میرے جگری دوست اگر مجھے اس بات کا یقین دلا دو۔ تو بخدا میں تمہاری خطا نظر انداز کر دوں گا میں سمجھوں گا حالت یاس میں تم نے یہ ترکیب سوچی تھی۔ مگر جس طرح ممکن ہو میرا اطمینان کرو۔ میں منت کرتا ہوں۔"

"مائی لارڈ میں آپ سے فریب نہیں کرتا۔" آرمیتج نے جواب دیا" یقین فرمائیے۔ کہ آپ کسی خطرہ عظیم میں گھرے ہوئے ہیں۔ اس خطرہ کو نظر انداز کرنا دانائی اور عاقبت اندیشی سے بعید ہوگا۔ خود آپ کا دل کہہ رہا ہے۔ کہ یہ قیاسات جو آپ قائم کر رہے ہیں۔ فرضی اور بے بنیاد ہیں"

ڈیوک کی حالت اس آدمی کی طرح تھی۔ جو ڈوبتے وقت تنکے کا سہارا بھی کافی سمجھتا ہے۔ عالم یاس میں وہ خود ہی اپنے اندیشوں کو دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی حالت باتنی زار تھی۔ اور ظاہری سکون کے پردہ میں اس کا اضطراب اتنا بڑھ چکا تھا۔ کہ اس کا حال تحریر میں نہیں آسکتا۔ چہرہ لاش کی طرح سپید اور آنکھوں سے وحشت برستی تھی۔ مگر یہ خارجی آثار ان تکلیفوں۔ اذیتوں اور پریشانیوں کا عشر عشیر بھی ظاہر نہ کر سکتے تھے جنہیں اس کا دل محسوس کرتا تھا جس طرح الفاظ ذہن انسانی کی تکلیف کو بیان نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اس کی پریشانیوں کا حال پورے طور پر چہرہ سے ظاہر نہ ہوتا تھا

"مائی لارڈ" آخرکار آرمیٹیج نے کہا "اس معاملہ میں جو کرنا ہو جلد کیجئے۔ آپ صورت حالات سے واقف ہو چکے۔ اب اس بات کا فیصلہ کرنا دشوار نہیں کہ کیا کرنا چاہئے۔ اپنے متعلق میں کہہ سکتا ہوں کہ مصیبتوں سے مجبور ہو کر مجھے اس بات کی پروا نہیں کہ ذریعہ امداد کیا ہوگا۔ میں اپنی مشکلوں سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ خواہ یہ کام آپکے ذریعہ سے ہو یا اس شخص کولمین کی وساطت سے۔ ہاں ایک بات آپ کو یاد رکھنی چاہئے۔ یعنی اب تک مسٹر کولمین کے دل میں فقط مبہم شکوک ہیں۔ کسی بات کا یقین نہیں ہے۔ ثبوت ہوتا تو ہزاروں پر پانی پھیر کر مجھ سے حالات جاننے کی کوشش نہ کرتا۔"

"سچ کہتے ہو!" ڈیوک آف مارچ مونٹ نے یاس کے دھندلکے میں امید کی ہلکی شعاع دیکھ کر خوشی کے لہجہ میں کہا۔ "مگر تم جانتے ہو۔ اس کا موکل کون ہے؟"

"مجھے معلوم نہیں" آرمیٹیج نے جواب دیا۔ "اس کا نام کبھی میرے سننے میں نہیں آیا۔ نہ کبھی مجھے اس کو دیکھنے کا ہی اتفاق ہوا ہے۔ مگر اس بارہ میں تحقیق و تفحص کی ضرورت نہیں۔ اگر وکیل اصلی راز سے بے خبر ہے۔ تو موکل اس سے زیادہ لاعلم ہوگا۔"

"اچھا تم وعدہ کرتے ہو۔ کہ اگر میں تمہارے تمام قرضوں کا بوجھ اپنے اوپر لینا منظور کروں تو خاموش رہوگے؟" ڈیوک نے پوچھا۔

"اس کا جواب میرا سابقہ طرز عمل دیتا ہے۔" آرمیٹیج نے جواب دیا "سالہا سال سے وہ راز میرے قفس سینہ سے محفوظ ہے۔ اور یقین فرمائیے کہ میں کبھی کسی حال میں اسے قصداً ظاہر نہ کرونگا خاموشی خود میرے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ یہ تو ممکن ہی نہیں۔ کہ آپ کا راز فاش کر کے میں دنیا پہ ثابت کرنے کی کوشش کروں۔ کہ میں نے اتنی مدت خاموش رہ کر بالواسطہ ایک جرم کی اعانت کی۔۔۔"

"بس آرمیٹیج بس۔" ڈیوک آف ایج مونٹ نے بے صبری سے کہا "میں سارا انتظام کر دوں گا
بتاؤ کل رقم کتنی ہو گی؟"

"اس کا حساب پہلے ہی ہو چکا ہے۔" آرمیٹیج نے جواب دیا۔ "ہزار پونڈ اس وکیل کے ۹۰
ہزار وہ جو میں نے ان کے ترکہ سے برباد کئے۔ سب ملا کر ایک لاکھ تیس ہزار ہوئے۔ تقریباً بیس ہزار
میرے لئے بھیجے۔۔۔"

"ڈیڑھ لاکھ ہی کیوں نہیں کہتے۔" ڈیوک نے بے قراری سے کہا۔ "قربانی ہیبت ناک ہے
مگر کرنی پڑے گی۔ آؤ ذرا جوش اضطراب کو تھام کر سکون حاصل کرنے کی کوشش کریں۔"

گھٹنوں پر کہنیاں ٹیک کر اس نے اپنا بھیانک چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا۔ وہ ظاہری
اضطراب کو رفع کر کے وکیل سے ملنے اور آرمیٹیج کے قرضہ کا فیصلہ کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ خود
آرمیٹیج کے لئے حصول اطمینان بہت دشوار نہ تھا۔ کیونکہ یہ خیال دل میں خوشی پیدا کرتا تھا۔ کہ میری
تمام مشکلات کا خاتمہ ہو گیا۔ اور انکشاف راز پر بھی مجبور نہ ہونا پڑا۔

تھوڑی دیر اس حالت میں بیٹھے رہنے کے بعد ڈیوک آف ایج مونٹ اپنی جگہ سے اٹھا
اور کہنے لگا۔ "آؤ اب وکیل کے پاس چلیں۔" مگر آرمیٹیج نے دیکھا تو سعی اطمینان کے باوجود دلی
اذیت کے آثار اب بھی ڈیوک کے چہرہ پر نمودار تھے۔

دونوں مسٹر کولمین کے کمرہ کو ہولئے۔ آرمیٹیج نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ تو وکیل نے فوراً
کھول دیا۔ دونوں اندر چلے گئے۔

رفع اضطراب کی انتہائی کوشش کرتے ہوئے ڈیوک نے وکیل سے مخاطب ہو کر کہا
"مسٹر کولمین۔ میرے دوست آرمیٹیج اپنے مالی حالات کا مجھ سے ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوا وہ قرضہ کے
بوجھ سے دبا ہوا ہے۔ خیر میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ اور آپ کو یہ جان کر خوشی ہو گی کہ آپ کے
موکل کا سب روپیہ وصول ہو جائے گا۔"

ان الفاظ سے کولمین کے دل کو بھاری صدمہ ہوا مگر اس سکون و سرد مہری کو برقرار رکھ کر
جو اس پیشہ کے آدمیوں سے مخصوص ہے۔ اس نے سنجیدگی سے جواب دیا "مائی لارڈ مسٹر آرمیٹیج اس بات
کا بہترین فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ انہیں کیا کرنا چاہئے۔ میرے موکل کو فقط اپنے روپیہ سے غرض ہے
وہ کہیں سے وصول کر کے ادا کیا جائے۔ اسکو اعتراض نہیں۔"

"معلوم ہوا ہے آپ کے مسٹر آرمیٹیج پر تقریباً ستر ہزار پونڈ آتے ہیں۔" ڈیوک آف ایج مونٹ

نے کہا۔ اگر آپ حساب کر کے صحیح رقم بتا دیں۔ تو میں چک لکھے دیتا ہوں۔ آپ مسٹر آرمیج کے تمسک اور ہنڈیاں واپس دے دیں۔"

وکیل مجبور تھا۔ منظوری کے سوا کیا جواب دیتا۔ چنانچہ اصل رقم میں سود و اخراجات شامل کر کے اس نے کل میزان بیان کی۔ مارچ مونٹ نے حساب کو ایک نظر دیکھا۔ پھر اس رنجدہ معاملہ کو طے کرنے کی غرض سے چک لکھنے لگا۔ وہ اس کام میں مشغول تھا۔ کہ مسٹر کولمین کے ایک محرر نے ایک بند لفافہ اپنے آقا کے ہاتھ میں دیا۔ ڈیوک یا آرمیج کو گمان تک نہ تھا۔ کہ اس خط کا موجودہ لین دین سے کوئی تعلق ہے۔ چنانچہ ڈیوک چک لکھنے اور آرمیج یہ سوچنے میں مشغول رہا۔ کہ آئندہ کس طریقہ پر کاروبار کرنا چاہیئے۔ چک لکھا جا چکا۔ تو آرمیج نے ڈیوک کے پاس جا کر آہستہ سے اس کے کان میں کہا۔ "مہربانی سے باقی چھ ہزار کے لئے بھی لکھ دیجیے۔ کہ سب معاملہ اس وقت طے ہو جائے۔"

"آخر اس کی کیا جلدی ہے۔ کل تک اس کا حساب بھی کر لیا جائے گا۔" ڈیوک نے دبی آواز میں کسی قدر غصہ سے جواب دیا۔

"میری رائے میں سب فیصلہ اسی وقت ہو جانا چاہیئے۔" آرمیج نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا اگر آپ کو انکار ہے . . ."

"خیر اچھا۔" ڈیوک نے مجبور ہو کر کہا۔ اور وہ دوسرا چک بھی لکھنے لگا۔

اس اثنا میں وکیل اس خط کا مضمون پڑھ چکا تھا۔ جو اس کے محرر نے تھوڑی دیر پہلے لا کر دیا تھا۔ اسے پڑھتے ہی اس کی آنکھوں میں ایک عجیب فاتحانہ چمک پیدا ہو گئی۔ گو ڈیوک اور آرمیج نے اپنی مصروفیت میں اس کو نہیں دیکھا۔ مسٹر کولمین تھوڑی دیر اس کشمکش و پیچ میں رہا۔ کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ یکایک آرمیج کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا۔ "ٹھیریئے معاملہ اس طرح پر طے نہ ہو گا۔"

"کیوں؟ کس لئے؟" ڈیوک آف مارچ مونٹ نے خوف زدہ ہو کر وکیل سے پوچھا۔

"اس لئے" یہ کہتے ہوئے مسٹر کولمین نے ڈیوک کی بجائے آرمیج کی طرف دیکھنا شروع کیا گویا ڈیوک کے سوال کا جواب اس کو دینا چاہتا تھا۔ "اس لئے کہ آپ کی ہنڈیاں جو میں نے خریدی تھیں جعلی ہیں۔ اور یہ جعلسازی خود آپ نے کی ہے۔"

بدنصیب آرمیج کے منہ سے ایک جگر دوز چیخ نکلی۔ ڈیوک آف مارچ مونٹ نے حیرت کھا

کہ اندیشے کے بچاؤ کی اب کوئی صورت نہیں۔ اور وہ مسٹر کولمین اور اس کے نامعلوم ہوٹل کے رحم پر ہے۔ تو وہ بھی ہراساں اور بے تاب ہو گیا۔

عین اس وقت کسی کے زینہ پر چڑھنے کی آواز سنائی دی۔ دروازہ کھلا اور تین آدمی اندر داخل ہوئے۔ یہ کون تھے؟ اس کا حال اگلے باب میں ظاہر ہوگا۔

باب ۱۲۷

جوشش انتقام

مہارانی اندرا کی خادمہ سگونہ کا حال بیان کرتے ہوئے ہم نے پیشتر لکھا تھا۔ کہ اس نے بے ہوشی میں بعض ایسی باتیں کہی تھیں جنہیں سن کر مہارانی کو سخت حیرت ہوئی۔ وہ رات اسی بیہوشی میں گذری مگر دوسرے دن سگونہ کو قدرے ہوش آیا۔ اور دماغ اس پاس کے حالات کو سمجھنے کے قابل ہوا۔ مگر یہ اصلاح عارضی تھی جو فوراً زائل ہو گئی۔ یکایک دماغ پر بے حسی کا پردہ چھا گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر حواس بجا ہوئے اور اس طرح کئی بار دماغی بیداری اور بیہوشی میں جد و جہد ہوئی۔ حتےٰ کہ آخر کار معطل شدہ قوائے ذہنی پھر بحال ہوئے اور سگونہ کو پورے طور پر ہوش آ گیا۔

ہوش میں آنے کے بعد عیار خادمہ نے منہ سے ایک لفظ تک نہیں کہا۔ گو اس بات کو اس نے فوراً محسوس کر لیا۔ کہ میں کسی عظیم خطرے سے گذری ہوں۔ اور مجھے کوئی بھاری حادثہ پیش آیا تھا۔ بڑی کوشش سے منتشر خیالات کو جمع کر کے اس نے اس رات کے واقعات یاد کئے۔ جب وہ مالکن کا لباس پہن کر اس کے بیش قیمت زیورات جیبوں میں بھرے۔ مہارانی کے بنگلہ سے فرار ہوئی جاتی تھی کہ ایک نادیدہ ہاتھ نے اسے خنجر کا زخم کاری لگایا۔

نیم بند آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ ایک ادھیڑ عمر کی عورت چارپائی کے پاس بیٹھی ہے۔ جانا کہ نرس ہوگی جسے میری تیمارداری پر مقرر کیا گیا ہے۔ مہتنے میں اندرا داخل ہوئی۔ اسے دیکھ کر خادمہ نے جھٹ آنکھیں بند کر لیں۔ یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ بیہوش ہے یا سو گئی مہارانی کے آنے پر نرس باہر چلی گئی۔ اور اندرا نے خادمہ پر جھک کر اس بات سے بالکل بے خبر کہ وہ ہوشمند۔ اور بیدار ہے۔ بظاہر اپنے دل سے باتیں کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"سگونہ۔ سگونہ۔ کسے امید تھی۔ کہ تو جسے میں اپنا معتمد سمجھتی تھی۔ ایسی غدار و دھوکہ باز

ثابت ہوگی ۔"

خاورہ نے ان الفاظ کو سنا۔ مگر اس خوبی سے ضبط قائم رکھا۔ کہ چہرہ پر ذرا سی تبدیلی بھی ظاہر نہ ہوئی۔ اندرا نے آنسوؤں کے دو قطرے جو اس کے رخسار آتش رنگ پر بہ رہے تھے۔ پونچھے اور پرے ہٹ کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ وہ کسی گہری فکر میں تھی کہ کرسٹینا داخل ہوئی۔ اور خاورہ کو بیہوش سمجھ کر اس کی چارپائی کے پاس گئی۔ پھر جھک کر اس کے چہرہ کو بغور دیکھا۔ اس کے سینہ سے بے اختیار سرد آہ نکلی۔ اور وہ مہارانی کی طرف مڑ کر دبی آواز سے کہنے لگی "آپ کی رائے میں کیا یہ صحت یاب ہوگی؟"

"ممکن ہے کبھی صحت پا جائے۔" اندرا نے جواب دیا۔ کیونکہ اب اس کی حالت پہلے سے بہتر نظر آتی ہے۔ مگر پیاری کرسٹینا اس کی اپنی بھلائی اسی میں ہے۔ کہ اب زندہ نہ رہے کیونکہ اگر اس کے دل میں نیکی کا ذرا بھی پاس باقی ہو۔ تو اس کی باقی عمر اپنے گناہوں کی یاد اور پچھتاوے ہی میں بسر ہوگی۔"

"آپ کا ارشاد بالکل بجا ہے۔" کرسٹینا نے تسلیم کیا۔ "جو برائیاں اس عورت نے آپ کے حق میں کی ہیں۔ انہیں دیکھتے ہوئے بارہا سوچ آتی ہے۔ کہ شاید اس عورت کے جسم میں شیطان کی روح کام کر رہی ہے۔ خیال فرمائیے۔ سانپ کو چڑیا خانہ سے لا کر چھپانا... اُف! جب یہ واقعہ یاد آتا ہے۔ تو بے اختیار کانپنے لگتی ہوں۔"

"کرسٹینا تمہارا خوفزدہ ہونا قدرتی ہے۔ کیونکہ واقعہ ہی اس قسم کا تھا۔" مہارانی نے کہا۔ "فرض کر لو۔ اس کی عقل میں فتور آ گیا تھا۔ مگر ضمیر تو ثابت تھا۔ حیرت ہے اس نے بھی باز نہ رکھا۔ ضمیر کی بیداری اس طرح ظاہر ہوتی ہے۔ کہ بیہوشی میں خود بخود سارا حال کہہ دیا۔ اس کے باوجود مجھے اس کی صحت یابی کا یقین ہے..."

"خیر وہ بچ گئی۔ تو اس کا یہی مطلب ہوگا۔ کہ آپ نے اس کی جان بچائی حالانکہ سب سے زیادہ وہ آپ ہی کے درپے آزار تھی۔" کرسٹینا نے کہا۔

"کچھ بھی ہو۔ مجھے اس کے زندہ بچنے کا یقین ہے۔" مہارانی نے جواب دیا۔ "اور اگر اس کے دل میں نیکی کا احساس خفیف بھی باقی ہے۔ تو آئندہ اس کی عمر ندامت اور پشیمانی میں بسر ہوگی۔"

"آپ نے کیا اس بات کا فیصلہ کر لیا۔ کہ اب اس سے کیا سلوک کرنا چاہئے؟" کرسٹینا

نے پوچھا۔

"کرسٹینا تم جانتی ہو۔ میں عنقریب اندرآباد چلی جاؤں گی۔" مہارانی نے جواب دیا۔ "اگر کوئی بات مانع نہ ہوئی۔ تو میرا ارادہ اس کو بھی اپنے ساتھ وہیں لے جانے کا ہے۔ لیکن سگونہ اب وہ سگونہ نہیں رہی جو مجھے بہنوں کی طرح عزیز تھی۔ بے اعتمادی کی خندق جو کھد گئی ہے۔ پٹ نہیں سکتی۔ آج تک میں اسے خادمہ نہیں اپنا عزیز سمجھتی تھی۔ مگر آئندہ یہ بات غیر ممکن ہوگی۔ میرے خیال میں اس کی باقی عمر اندرآباد کے کسی گوشہ تنہائی میں ہی بسر ہوگی۔ اور اگر اسے اپنے گناہوں پر واقعی ندامت ہے۔ تو غالباً اس تنہائی سے پریشان نہ ہوگی۔ لیکن اگر اس کا دل اب بھی سیاہ ہے۔ اگر اس کے سینہ میں اب بھی فاسد خیالات جمع ہیں۔ تو پھر اس کی سیاہ کاریوں کی روک تھام کے لئے کوئی اور تدبیر کرنی پڑے گی۔"

"خدا کرے وہ اپنے فعلوں پر سچے دل سے پشیمان ہو۔ کیونکہ اسی میں اس کی بھلائی ہے۔" کرسٹینا نے کہا۔

اس جگہ یہ گفتگو ختم ہوگئی۔ مگر اندرا اور کرسٹینا کی بے خبری میں اس کا ایک ایک لفظ سگونہ کے کانوں تک پہنچ گیا تھا۔ اس نے جان لیا۔ کہ میرے جرموں کا راز فاش ہوگیا۔ اور بنگلہ میں سانپ کی موجودگی کا سوال بھی حل طلب نہیں رہا۔ اندرا کے آخری لفظوں سے اس نے یہ بھی معلوم کیا۔ کہ میری باقی عمر اندرآباد میں زیر حراست رہ کر بسر ہوگی۔ اس سزا سے بچنے کی ایک ہی صورت تھی یعنی کسی نہ کسی طرح اندرا کے مکان سے بچ کر نکل جائے۔ اس بات کو وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ کہ اندرا نے مجھے قید بھی کیا۔ تو نرمی ہی برتے گی۔ کیونکہ وہ طبعاً رحم دل تھی۔ مگر اس کے باوجود قید آخر قید ہے۔ اس لئے دائمی حراست کا خیال آتے ہی سگونہ کا بدن بے اختیار کانپنے لگا۔

ناظرین دیکھ چکے ہیں کہ اس عورت کی حالت میں جب تک دماغ اپنے تسلط سے محروم تھا ضمیر اپنی منشا کے مطابق عمل کرتا رہا۔ مگر بیدار ہوتے ہی دماغ نے پھر ضمیر کی آواز کو دبانا شروع کردیا۔ سگونہ نے سوچا کہ بے خبری میں اقبال جرم ہوچکا۔ اب میں عمر بھر مہارانی کو منہ نہ دکھا سکوں گی جس وقت کا خیال الگ سوہان روح تھا۔ ساتھ ہی جب خیال آیا کہ اندرا اکلینٹ ریڈکلف سے شادی کرکے عیش و نشاط کی زندگی بسر کرے گی۔ اور میں جیلخانہ کے حجرہ تاریک میں سڑتی رہوں گی تو دل و دماغ میں ہیجان سا ہونے لگا۔ وہ ساری عنایتیں بھول گئیں جو مہارانی نے اس پر

کی تھیں ۔ یہ ہمدردی بھی نظر انداز ہو گئی جس سے اندرا نے زخمی ہونے کے وقت سے اب تک تیمارداری کی تھی ۔ اس کے سینہ میں غصہ اور انتقام کے سوا کوئی احساس نہ تھا ۔ تاسف اور پشیمانی یک قلم نابود ہو گئے ۔

چارپائی پر لیٹے لیٹے اس نے فیصلہ کر لیا ۔ کہ اب کیا کرنا چاہیئے ۔ اس میں شک نہیں سروست اتنی کمزور تھی ۔ کہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکتی تھی ۔ مگر یہ امید باعث تسکین ہوئی ۔ کہ جیسے ہی موقعہ ملا ۔ میں یہاں سے فرار ہو کر انتقام کی انہی اگلی تجویزوں کو عمل میں لاؤنگی ۔ اس اثنا میں ریا و نمائش سے کام لینا ضروری تھا ۔ اگر اپنے آپ کو ذی ہوش ظاہر کرتی ۔ تو یقیناً کئی طرح کے سوالات پوچھے جاتے ۔ بلکہ عجب نہیں مہارانی اس کو سختی سے ملامت بھی کرتی ۔ پس بہترین صورت یہی نظر آئی ۔ کہ سروست بیہوشی کی نمائش کی جائے ۔ لوگ یہی سمجھیں کہ اسے گردوپیش کے حالات کی مطلق خبر نہیں ۔

اس کے بعد کئی دن گذر گئے ۔ اور اس اثنا میں ہندوستانی خادمہ نے اس خوبی سے بناوٹ قائم رکھی ۔ کہ کسی کو گمان تک نہ ہوا ۔ کہ اب ہوش میں ہے ۔ بظاہر اس کی یہ حالت تھی جیسے قبر کے اندھیرے میں چراغ جل رہا ہے ۔ وہ سانس لیتی اور ہلکی غذا بھی کھاتی تھی ۔ مگر دیکھنے میں بالکل بے سدھ اور بیہوش پڑی تھی ۔ اس کے باوجود خفیہ طور پر اسکی طاقت بحال ہوتی جا رہی تھی حتے کہ ایک دن اس نے محسوس کیا کہ اب جتنا جلد ممکن ہو اس جگہ سے رخصت ہونا چاہیئے ۔

ایک روز ڈاکٹر نے رائے دی کہ اب مریضہ کے لئے خطرہ باقی نہیں ہے ۔ مگر اندیشہ ہے کہ عمر بھر اسی طرح بے ہوش رہے گی ۔ واقعہ میں سگونہ اس وقت بھی ہوش مند تھی ۔ مگر اس کی نمائش سے دھوکا کھا کر ڈاکٹر نے بھی غلط رائے قائم کی ۔ اسکی باتیں سگونہ نے اچھی طرح سن لیں ۔ مگر اس کے ضبط کامل کی داد دینی پڑتی ہے ۔ کہ مجال نہیں چہرہ کا عضلہ تک ہلا ہو یا رخساروں پہ جوش کی سرخی پھیلنے سے ہی اس بات کا گمان ہوا ہو کہ سب کچھ سن اور سمجھ رہی ہے ۔

غضب کی فریبی عورت تھی ۔ کہ ڈاکٹر ۔ اندرا ۔ کرسٹینا اور نرس بھی کو دھوکا ہو گیا ۔ سب کا یہی خیال تھا ۔ کہ وہ بالکل بیہوش ہے ۔ کسی کو گمان نہ ہوا ۔ کہ اس بناوٹ کی تہ میں سیاہ ترین جذبات اپنا کام کر رہے ہیں جس وقت نہایت خوفناک منصوبے دل ہی دل میں تیار ہو رہے تھے دیکھنے والے اس کی حالت کو قابل رحم تصور کرتے تھے ۔

غرض جیسا بیان کیا گیا ہے ۔ کئی دن گذر گئے ۔ اور سگونہ جو روز بروز قوت حاصل کر رہی

تھی۔ اب اس فکر میں ہوئی۔ کہ صورت فرار کیا ہو؟ اس کا موقعہ ایک روز اتفاقاً مل گیا۔ اس دن صبح کو ناشتہ کے بعد مہارانی اور کرسٹینا کے درمیان سگونہ کے کمرہ میں حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

"پیاری کرسٹینا" مہارانی نے کہا "میں آج دوپہر کو مسز اسابیلا ونسنٹ سے ملنا چاہتی ہوں ایک دن تمہارے بھائی سے وعدہ کیا تھا۔ کہ جب فرصت ہوئی ضرور اس خاتون سے ملوں گی ادھر کئی دن سے تفریح کے لئے بھی نہیں گئی۔ سوچتی ہوں اس سے ذرا طبیعت بہل جائیگی"

"بانو یہ آپ کی خاص عنایت ہے کہ آپ میرے عزیز بھائی کی منگیتر سے ایسی محبت کرتی ہیں۔" کرسٹینا نے جواب دیا "جائیے تشریف لے جائیے میں سگونہ کے پاس ٹھیروں گی۔ اور گورنس بھی موجود ہے۔ تاہم اطمینان فرمائیے میں ایک لمحہ کے لئے چھوڑ کر نہ جاؤں گی"

"پیاری کرسٹینا میرے خیال میں اب اس قدر احتیاط کی ضرورت نہیں ہے" مہارانی نے جواب دیا "غریب سگونہ۔ ڈاکٹر نے کہہ دیا ہے کہ اس کے دماغ تو ہمیشہ کے لئے معطل ہو گئے اور وہ جب تک زندہ ہے۔ اسی طرح بے سدھ پڑی رہے گی۔ میرے خیال میں تو یہ حالت اس کے لئے مفید ہے۔ کیونکہ نہ اس کا دماغ کام دے گا۔ نہ اس کو وہ برائیاں یاد آئیں گی۔ جو اس نے مختلف زمانوں میں کی ہیں۔ گو ایک اور پہلو سے یہ بے حسی افسوسناک بھی ہے۔ کیونکہ اب اسے اپنے گناہوں پر افسوس کرنے کا موقعہ نہ ملیگا۔ مگر کچھ بھی ہو۔ آئندہ اس کی نگرانی غیر ضروری ہوگی۔ میرے بعد اس کو گاہ بگاہ دیکھتی رہو گی۔ تو اتنا ہی کافی ہے۔ ہاں میں تو چاہتی تھی۔ اس فرصت میں میرا ایک کام کر دیتیں۔"

"فرمائیے۔ میں حاضر ہوں۔" کرسٹینا نے جو مہارانی کی خدمتگزاری کو ہمیشہ تیار رہتی تھی جواب دیا

"میں یہ چاہتی تھی کہ تم ذرا جواہرات کے ڈبوں کو ٹھیک کر دو۔" مہارانی نے کہا۔ "پہلے یہ کام سگونہ کیا کرتی تھی۔ مگر اب دوسرے نوکروں کو اس لئے نہیں کہتی۔ کہ یہ کام عورت کے ہاتھوں ہی خوب ہوتا ہے۔"

"تو بہت اچھا میں خود یہ کام کر دونگی" کرسٹینا نے جواب دیا "اور یقین ہے آپ اس کو پسند فرمائیں گے۔"

جیسا کہا گیا ہے یہ گفتگو سگونہ کے کمرہ میں ہوئی تھی۔ مگر مہارانی یا کرسٹینا کو اس کا گمان تک نہ تھا۔ کہ وہ بقائمی ہوش اس کا ہر لفظ سن اور سمجھ رہی ہے۔ نرس کسی کام کے لئے باہر گئی ہوئی تھی۔ لیکن جب واپس آگئی۔ تو مہارانی گاڑی پر سوار ہو کر مس ونسنٹ سے ملنے چلی گئی۔ اور کرسٹینا

پیچھے پیچھے آتا ہوں۔"

سگونہ بھی اس جماعت کے ساتھ گاڑی تک گئی تھی۔ اس سے مخاطب ہو کر تھانیدار نے کہا "کوتوالی میں آپ کی شہادت درکار ہوگی۔ وہیں آجائیے۔" چنانچہ وہ ایک اور گاڑی میں بو سٹریٹ کی طرف روانہ ہو گئی۔

مسٹر کولمین پہلے دفتر میں واپس گیا۔ جہاں ڈیوک آف مارچ مونٹ اور آرمیٹیج اب تک بیٹھے ہوئے تھے۔ وکیل کا چہرہ اب انتہا درجے زرد تھا۔ مگر اس پر اضطراب کی بجا استقلال کے آثار نمودار تھے۔ البتہ آرمیٹیج دل شکستہ، مغلوب و پریشان نظر آتا تھا۔ اور ڈیوک آف مارچ مونٹ کے چہرہ پر بھی خوف و اضطراب کے آثار نمایاں تھے۔ ڈیوک نے کولمین کی طرف بھیانک نظروں سے دیکھا گویا سمجھتا تھا۔ اب میری قسمت کی باگ اسی کے ہاتھ ہے۔

"مائی لارڈ!" وکیل نے اس سے مخاطب ہو کر سرد مہری سے کہا "اس واقعہ نے آپ کی دخل اندازی کو غیر ضروری بنا دیا ہے۔ بس صورت میں اس سے زیادہ ایک لفظ بھی کہنا نہیں چاہتا..."

"مگر آپ کو میرا چیک لیکر مسٹر آرمیٹیج کا حساب طے کرنے میں کیا عذر ہے؟" ڈیوک نے مری ہوئی آواز سے کہا۔

"نہیں مائی لارڈ" کولمین نے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا "اب میں آپ کا چیک منظور نہیں کر سکتا۔ مسٹر آرمیٹیج سر دست یہیں ٹھیریں گے۔ کیونکہ مجھے ان سے چند باتیں کہنی ہیں۔ چلے گئے تو نتیجہ کے ذمہ دار ہوں گے۔"

"مگر مسٹر کولمین" ڈیوک نے سکون برقرار رکھنے کی شدید مگر بے سود کوشش کرتے ہوئے کہا "میں مسٹر آرمیٹیج کا دوست ہوں۔ آپ کو اس پر کیا اعتراض ہے۔ کہ میں علیحدگی میں ان سے چند الفاظ کہوں۔"

"جی نہیں۔ اب میں آپ کو ایک لفظ تک کہنے کی اجازت نہیں دوں گا۔" کولمین نے کسی قدر جوش سے کہا "ازراہ عنایت تشریف لے جائیے۔"

آرمیٹیج میز پر کہنیاں ٹیکے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے دردناک انداز سے کراہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا "ہائے میری غریب زوجہ! اب تیرا کیا حال ہوگا!"

ڈیوک آف مارچ مونٹ وکیل کو سمجھانے کی آخری اور انتہائی کوشش کرنے کے خیال سے تھوڑی دیر اور ٹھیرا۔ مگر جب اس نے اس کے چہرہ پر سختی اور استقلال کے آثار دیکھے۔ تو سمجھ گیا

کہ اب اوپر سے کسی طرح کی امید رکھنا لاحاصل ہے۔ ناچار کسی متوالے شرابی کی طرح لڑکھڑاتا کمرہ سے رخصت ہوا۔

اس کے جانے پر مسٹر کولمین ایک دو منٹ چپ رہا۔ پھر دفتر سے ایک محرر کو بلا کر اس کے کان میں کہا۔

”مسٹر پریلس تم ڈیوک آف مارچ مونٹ کے پیچھے جاؤ۔ میں اس کی نگرانی تمہارے سپرد کرتا ہوں جہاں جائے اس کا پیچھا نہ چھوڑنا۔ اور اگر ترک وطن کی کوشش کرے تو فوراً حوالہ پولیس کر دینا۔۔“

محرر نے مسٹر کولمین کی طرف نظر حیرت سے دیکھا۔ اور آخری الفاظ سن کر جو دبے ہوئے لہجہ میں کہے گئے۔ صورت تصویر بن گیا۔ وکیل نے ضروری اخراجات کے لئے کچھ روپیہ دیا۔ پھر آواز دبا کر کہنے لگا ”سب کام احتیاط اور خاموشی سے کرنا۔ میں تم پر بھروسہ کرتا ہوں۔“

”بہت اچھا“ محرر نے جواب دیا۔ اور رخصت ہو گیا۔

اس کے چلے جانے پر وکیل نے ایک اور آدمی کو طلب کر کے اس سے کہا ”مسٹر انگرام میں تھوڑی دیر کے لئے باہر جا رہا ہوں۔ میری واپسی تک تم مسٹر آرمیٹج کے پاس ٹھہرو۔ مگر اس کا خیال رکھنا کہ کوئی اس کے پاس نہ آئے۔ نہ اس سے گفتگو کرے۔ اور اگر یہ فرار ہونے کی کوشش کرے تو فوراً الزام جعلسازی میں حوالہ پولیس کر دینا۔“

آرمیٹج اب تک منہ چھپائے چپ چاپ بیٹھا تھا۔ جب اس نے مسٹر کولمین کے آخری الفاظ سنے۔ تو اٹھ کر اس کے قدموں پر گرا اور رحم کی التجا کرنے لگا۔

مگر کولمین نے بڑی سرد مہری سے کہا ”میں کچھ نہیں کر سکتا۔ سب دارومدار تمہارے طرز عمل پر ہے۔ تمہارے لئے افشائے راز کی اب پہلے سے زیادہ ضرورت ہے۔“

اتنا کہہ کر وہ باہر نکلا۔ اور زینہ کی راہ سے بازار میں پہنچا۔ اس جگہ ایک کرایہ کی گاڑی میں بیٹھ کر وہ بوسٹریٹ کی کوتوالی کو روانہ ہو گیا۔

ناظرین کو یاد ہو گا کہ جب ڈیوک آف مونٹ قرضہ کی بیباقی کا چک لکھ رہا تھا۔ تو مسٹر کولمین کو ایک چٹھی موصول ہوئی تھی۔ اسی کا مضمون پڑھ کر اس نے آرمیٹج پر جعلسازی کا الزام لگایا تھا۔ یہ چٹھی ایک اور وکیل کی طرف سے آئی تھی۔ جو مسٹر نیزار کی ہنڈیوں کے جعل سے واقف تھا جیسا بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ ہنڈیاں مسٹر کولمین نے ریڈکلف کے روپیہ سے خرید لی تھیں۔ اتفاق سے اس وکیل کو جس کے ہاں وہ پہلے محفوظ تھیں۔ اسی روز ان کا جعلی ہونا معلوم ہوا۔ اس کی اطلاع اس نے

فوراً مسٹر کولمین کو بھیجدی۔ یہی وہ چھٹی تھی جسے کولمین نے سگونہ اور پولیس کی آمد سے پہلے کھول کر پڑھا تھا

باب ۱۳۸

کمرہ عدالت۔ جیلخانہ

شام ہو چکی تھی۔ اس لئے بوسٹریٹ کی عدالت پولیس کا اجلاس ختم ہو گیا تھا۔ مگر صاحب مجسٹریٹ تھانیدار کی واپسی کے انتظار میں آدھ گھنٹہ اور ٹھہر گئے۔ اتنے میں افسر مذکور مسٹر ریڈکلف کو حراست میں لئے واپس آ گیا۔ عدالت پولیس کے آس پاس ہر وقت بے فکروں کا ہجوم رہتا تھا۔ مگر اجلاس ختم ہونے پر یہ لوگ منتشر ہو گئے تھے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ جب قیدی کو کمرہ عدالت میں لایا گیا۔ تو جگہ خالی تھی۔ صاحب مجسٹریٹ اپنے سررشتہ دار کے ساتھ دوسرے کمرہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اطلاع پاتے ہی مسند عدالت پر آ گئے۔ اور سررشتہ دار نے بھی اپنی گدی پر بیٹھ کر کاغذوں کو الٹ پلٹ کرنا شروع کر دیا۔ اتنے میں لارڈ کلیندٹن کو ملزموں کے کٹہرہ میں کھڑا کیا گیا۔ اس وقت کمرہ عدالت میں اشخاص مذکور کے علاوہ فقط سگونہ اور عملہ پولیس کے دو تین ماتحت اہلکار حاضر تھے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد مسٹر کولمین بھی آ گئے۔ اور ان کے پیچھے پیچھے ایک شخص اور بھی کمرہ عدالت میں داخل ہوا۔

نووارد وہ مہارانی اندرا کا وفادار داروغہ مارک تھا۔ ناظرین کو یاد ہوگا۔ کہ مہارانی نے اس کے ہاتھ مارٹیمر سٹریٹ میں مسز میکالے کے مکان پر لارڈ کلیندٹن یعنی مسٹر ریڈکلف کے نام ایک خط بھیجا تھا جس میں سگونہ کے فرار کی خبر درج تھی۔ لیکن مارک یہ خط لے کر مارٹیمر سٹریٹ میں پہنچا۔ تو مسز میکالے کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ مسٹر ریڈکلف میڈفورڈ روڈ ہولبورن میں اپنے وکیل سے ملنے گئے ہوئے ہیں۔ مارک بے چارہ ان خوفناک واقعات سے بے خبر جو اس عرصہ میں پیش آ چکے تھے۔ اطلاع پاتے ہی وکیل کے دفتر کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن وہاں پہنچا۔ تو محرروں سے یہ معلوم کر کے سخت حیرت ہوئی کہ پولیس نے مسٹر ریڈکلف کو قتل عمد کے الزام میں گرفتار کر لیا ہے۔ اور یہ شخص حقیقت میں ڈیوک آف مارچ مونٹ کا بھائی لارڈ کلیندٹن ہے۔ مارک اب تک اس راز سے بے خبر تھا۔ اس لئے جہاں اس کی گرفتاری سن کر صدمہ ہوا۔ وہیں اس کی شخصیت معلوم کر کے سخت حیرت بھی ہوئی۔ اس جگہ سے سیدھا بوسٹریٹ کی عدالت میں گیا۔ اور جیسا بیان کیا گیا ہے۔ عین اس وقت پہنچا جب کارروائی شروع ہوا چاہتی تھی۔

چونکہ بعض اصحاب کو ڈیوک آف مارچ مونٹ لارڈ کلینڈن اور برٹرام ووین کے ناموں میں مغالطہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے غلط فہمی رفع کرنے کو ہم یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ سابق ڈیوک آف مارچ مونٹ کی زندگی میں یعنی اس وقت تک کہ اسے اس دردناک طریقہ پر قتل نہ کیا گیا تھا جس کا حال اس فسانہ کی دوسری جلد میں بیان کیا جا چکا ہے۔ ہیو اور برٹرام دونو بھائیوں میں سے اول الذکر یعنی بڑا لارڈ کلینڈن اور چھوٹا آنریبل برٹرام ووین کہلاتا تھا۔ مگر جب ان کے چچا یعنی مقدم الذکر ڈیوک لاولد مرا۔ تو ہیو ڈیوک آف مارچ مونٹ بنا۔ کیونکہ چچا کی ریاست اسی کا حق تھی۔ اور برٹرام ووین کو لارڈ کلینڈن کا وہ لقب اعزازی جو پیشتر اس کے بڑے بھائی سے مخصوص تھا۔ حاصل ہوا۔ یہ تفصیل اس لئے ضروری سمجھی گئی ہے۔ کہ آغاز داستان میں جابجا لارڈ کلینڈن کا لفظ ہیو یعنی موجودہ ڈیوک آف مارچ مونٹ کے لئے استعمال ہو چکا ہے۔ حالانکہ اب یہی لفظ برٹرام ووین کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بہرحال امید ہے اس توضیح سے ناظرین اچھی طرح سمجھ لیں گے۔ کہ برٹرام ووین کو لارڈ کلینڈن کا لقب کن حالات میں حاصل ہوا۔

خیر تو جب لارڈ کلینڈن کو ملزموں کے کٹہرہ میں کھڑا کیا گیا۔ تو نہ اس کے سکون میں فرق آیا۔ اور نہ استقلال میں۔ اس نے اب بھی اس تمکنت و وقار کا اظہار کیا جس کا ذکر پیشتر مسٹر کولمین کے دفتر میں اسکی گرفتاری کے موقعہ پر کیا جا چکا ہے۔ کٹہرہ میں داخل ہو کر اس نے پہلے صاحب مجسٹریٹ کو سلام کیا۔ پھر کولمین کو دیکھ کر اسے دوستانہ اشارہ کیا۔ اتنے میں داروغہ مارک کمرہ عدالت میں داخل ہو چکا تھا۔ لارڈ کلینڈن نے اسکو اشارہ سے پاس بلایا پھر اس کی طرف جھک کر دبی آواز سے کہا "مہربانی سے میری گرفتاری کی خبر اس انداز سے خاتون اندریا تک پہنچانا۔ کہ انہیں غیر معمولی صدمہ نہ ہو۔ مگر ٹھیرو۔ ابھی مت جاؤ۔ دیکھو کیا کارروائی ہوتی ہے۔"

تھامسیدا رسگونہ کو گواہوں کے کٹہرہ کے پاس لے گیا تھا۔ وہاں اسے ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ اور سگونہ نے اس جگہ بیٹھ کر سامنے کی طرف نظر جمائے رکھی۔ اس بدنصیب کو جسے اس کے جوش انتقام نے اس حالت تک پہنچایا تھا۔ ایک بار بھی دیکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس نے داروغہ مارک کو کمرہ عدالت میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ مگر اس کی موجودگی کو قطعاً نظر انداز کر دیا۔ اس وقت اس کے چہرہ پر ایک غیر معمولی سختی اور درشتی نمودار تھی۔ رخساروں کی ملاحت اس زردی کو

جو پیدا ہو چکی تھی۔ چھپانے سے قاصر نظر آتی تھی۔

سب سے اول تھانیدار گواہوں کے کٹہرہ میں داخل ہوا۔ اور اس نے باقرار صالح کہا۔

"عدالت کو معلوم ہے۔ تقریباً انیس سال پیشتر سابقہ ڈیوک آف مارچ مونٹ کی لاش ان کی جاگیر واقع ہمپ شائر میں نصرا و کلیف ڈس سے تھوڑی دور پائی گئی تھی۔ یہ آثار ظاہر معلوم ہوتا تھا کہ ان کو قتل کیا گیا ہے۔ جب معاملہ افسر تحقیقات مرگ کی عدالت میں گیا۔ تو جیوری نے بر الزام و وین حال لارڈ کلیفنڈن کے خلاف قتل عمد کا فتویٰ صادر کیا۔ ملزم کی گرفتاری کے لیئے وارنٹ جاری ہوئے۔ اور انعام حراست بھی مشتہر کیا گیا۔ مدتوں اخبارات میں اس کا حلیہ چھپتا رہا۔ مگر بے سود۔ ملزم دفعتاً کسی طرف کو فرار ہو گیا تھا۔ اور انیس سال تک پنجہ قانون سے محفوظ رہا۔ آج اس اطلاع کی بنا پر جو اتفاقاً ملی تھی۔ میں نے اسکو گرفتار کیا۔ اور اب یہ شخص حاضر عدالت ہے۔ میں الزام عائد کرتا ہوں کہ اسی نے اپنے چچا سابق ڈیوک آف مارچ مونٹ کو قتل کیا۔ اور ۱۸۲۹ء میں افسر تحقیقات اسباب مرگ کی جیوری نے قتل عمد کا جو فتویٰ صادر کیا وہ اسی کے خلاف تھا۔"

تھانیدار کا بیان ہو چکا۔ تو سررشتہ دار نے صاحب مجسٹریٹ کو مخاطب کر کے کہا۔

"حکم عدالت کے مطابق میں آج سہ پہروز یر داخلہ کے دفتر میں گیا۔ ۱۸۲۹ء میں افسر تحقیقات مرگ کی عدالت نے اس جرم کی جو مسل تیار کی تھی۔ وہ دفتر مذکور میں محفوظ تھی۔ حکم عدالت سے میں اس کو نکلوا کے لے آیا ہوں۔ اور اب پیش کرتا ہوں۔"

"چونکہ واردات بہت پرانی ہے۔ اس لیئے سب کاغذات پڑھ کر سنانے چاہئیں" عدالت نے حکم دیا۔

قیدی اب تک خاموش تھا۔ یکایک اس نے کہا "میرے خیال میں اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے جو میں نے پہلے بھی مسٹر کولین کے دفتر میں کہی تھی۔ کہ میں ہی..."

فقرہ نامکمل ہی تھا۔ کہ مسٹر کولین نے اُٹھ کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر صاحب مجسٹریٹ سے مخاطب ہو کر کہا "میں ملزم کے وکیل کی حیثیت میں درخواست کرتا ہوں کہ ضابطہ کی کارروائی پوری کی جائے۔ اس قدر پرانے واقعات اکثر لوگوں کو فراموش ہو چکے ہیں۔ ان کی یاد تازہ کرنا لازم ہے۔ واردات کے بعد کم وبیش ربع صدی کا عرصہ گذر گیا ہے۔ اور چونکہ میرے موکل کو ارتکاب جرم سے انکار ہے۔ اس لیئے میں برطانوی انصاف کے نام پر اپیل کرتا ہوں۔ کہ

انفصال مقدمہ تک عام رائے ملتوی رکھی جائے۔

اب سررشتہ دار نے کاغذات مسل کو ایک ایک کر کے پڑھنا شروع کیا۔ سب سے پہلے داروغہ پولس اور خادم بیچلے کے مقتول ڈیوک کی لاش کو تالاب کے کنارے اس حالت میں پانے کا ذکر تھا۔ کہ خنجر سینے میں گھونپا اور ایک ہاتھ پانی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کے بعد ڈیوک آف مارچ مونٹ کا وہ بیان سنایا گیا۔ جو اس نے افسر تحقیقات اسباب مرگ کی عدالت میں دیا تھا۔ اور جس سے خنجر کا برٹرام ووین کی ملکیت ہونا ثابت ہوتا تھا۔ اور یہ بھی مذکور تھا کہ قتل سے پہلی شام کو برٹرام ڈچس الزا کے متعلق بعض انکشافات کے بعد حالت جوش میں قصر اوک لینڈس سے رخصت ہو کر ایک گاؤں کی سرائے میں چلا گیا تھا۔ اس سے آگے سرائے دار کا بیان تھا۔ کہ برٹرام نے شب قتل سے پہلی شام کو قریباً تین گھنٹے میری سرائے میں بسر کئے تھے۔ اور اس عرصہ میں اس کی طرف سے غیر معمولی جوش ظاہر ہوتا تھا۔ بعد ازاں وہ اپنے بڑے بھائی ہیو سے کچھ باتیں کر کے اندازِ وحشت سے کسی طرف کو روانہ ہو گیا۔ اور آگے اوک لینڈس کی دو خادماؤں کے بیانات تھے۔ جنہوں نے اس بات کو تسلیم کیا تھا کہ محل میں جو کمرہ برٹرام کی سکونت کے لئے مخصوص تھا۔ اس کو صاف کرتے ہوئے ہم نے وہ خنجر جس سے ڈیوک آف مارچ مونٹ کو قتل کیا گیا۔ دیکھا تھا۔ اور برٹرام ووین کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا تھا۔ کہ وہ اُسے امریکہ سے ساتھ لایا ہے۔ اس کے بعد اس نوکر کا بیان تھا۔ جو قصر اوک لینڈس میں برٹرام کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس میں یہ لکھا تھا کہ برٹرام نے خنجر دکھا کر مجھ سے کہا تھا۔ کہ یہ چیز مجھے ایک نامی امریکن سردار سے ملی تھی جس کا امریکہ سے میری روانگی سے ایک ماہ پہلے انتقال ہوا تھا۔ ان سارے بیانات میں مذکور تھا۔ کہ خنجر کی ساخت چونکہ خاص قسم کی ہے اس لئے اس کے متعلق کسی طرح کی غلط فہمی ممکن نہیں۔

اور آگے ان شہادتوں کا حال درج تھا۔ جو مقتول ڈیوک آف مارچ مونٹ کے کتے کے بارہ میں دی گئی تھیں۔ ان سے معلوم ہوا کہ کتا پلوٹو پستول کی گولی سے ہلاک کیا گیا تھا۔ مگر پستول سعی بسیار پر بھی نہ تالاب میں ملا۔ اور نہ جنگل میں پایا گیا۔ معلوم ہوتا تھا قاتل اسے اپنے ساتھ ہی لے گیا ہے۔ کتے کے منہ میں کپڑے کی ایک دھجی پائی گئی۔ جو شاید اس کوٹ کی تھی۔ جو قاتل نے پہن رکھا تھا۔ معلوم ہوتا ہے وفادار جانور نے اپنے آقا کے قاتل پر زور سے جھپٹا تھا جس کے مقابلہ میں قاتل نے اس پر فیر کر دیا۔ مسل کی شہادتوں میں بیان کیا گیا تھا۔ کہ جس کپڑے کی دھجی کتے کے منہ میں پائی گئی۔ اس کا بنا ہوا کوٹ برٹرام نے اس وقت پہنا ہوا تھا۔ جب وہ اپنے چچا مقتول

ڈیوک کے ناراض ہونے کے بعد فصرادک لینڈٹن سے رخصت ہوا۔ آخر میں افسر تحقیقات مرگ کی وہ تقریر تھی۔ جو اس نے اراکین جیوری کو مخاطب کر کے کی۔ اس تقریر کے دوران میں اس نے کہا تھا۔ کہ یہ بات فیصلہ کن طریق پر ثابت ہو چکی ہے کہ خنجر برٹرام ہی کا تھا۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جیوری کو اس سوال پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ کیا برٹرام ووین نے جرم قتل کا ارتکاب کیا؟ یا وہ کوئی اور شخص تھا۔ جس نے ڈیوک کو ہلاک کرنے کے لئے اس کا خنجر کسی طرح حاصل کر لیا۔ اس سلسلہ میں قابل غور سوال یہ ہے کہ جب برٹرام باغ میں ڈچس سے باتیں کر رہا تھا۔ تو اس وقت اسے خنجر پاس رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور چونکہ ڈیوک ان دونو کو باغ میں گفتگو کرتے دیکھ کر ہی اس پر خفا ہوا۔ اور برٹرام وہیں سے گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ اس لئے صاف ظاہر ہے کہ اگر اس نے خنجر سے کام لیا تو وہ اس وقت ضرور اس کے پاس ہوگا۔ یہ ایک نہایت پیچیدہ سوال ہے جس پر کوئی گواہ اچھی طرح روشنی نہیں ڈال سکا۔ اور نہ یہی معلوم ہو سکا ہے کہ برٹرام کے فرار پر خنجر اس کے کمرہ میں موجود تھا یا نہیں؟ لیکن اس ایک سوال سے قطع نظر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جرم اس خنجر کی مدد سے ہوا۔ اب اس بات کا فیصلہ جیوری پر ہے کہ کس نے اس خنجر سے کام لے کر ڈیوک کو ہلاک کیا؟ یہ سب باتیں افسر مرگ کی تقریر میں موجود تھیں۔ اور ان سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ آخری فیصلہ جیوری کی عقل و دانش پر چھوڑا گیا تھا۔

مسل کے خاتمہ پر لکھا ہوا تھا۔ کہ جیوری نے برٹرام ووین عرف لارڈ کلینڈن کے خلاف قتل عمد کا فتوےٰ صادر کر دیا۔

سررشتہ دار ان کاغذات کو پڑھ چکا تو انسپکٹر پولیس نے صاحب مجسٹریٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "عدالت کی اجازت سے اب میں ایسا گواہ پیش کرتا ہوں۔ جو ثابت کرے گا کہ قیدی جو اس وقت حاضر عدالت ہے۔ اور جس نے کلینٹ ریڈکلف کا فرضی نام اختیار کر رکھا ہے۔ در حقیقت وہی برٹرام ووین عرف لارڈ کلینڈن ہے جس کے خلاف قتل کا فتوےٰ صادر کیا گیا تھا۔ میں امید کرتا ہوں کہ عدالت اس شہادت سے مطمئن ہو کر قیدی کے سردست حوالات میں رکھے جانے کا حکم صادر کرے گی۔"

لارڈ کلینڈن یہ معلوم کر کے کہ انسپکٹر کا اشارہ خادمہ سگونہ کی طرف ہے۔ اور اس کی شہادت پیش ہونیوالی ہے۔ صاحب مجسٹریٹ سے دوبارہ یہ کہنا چاہتا تھا۔ کہ جب میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ میرا ہی نام برٹرام ووین یا لارڈ کلینڈن ہے تو ان شہادتوں سے کچھ حاصل نہیں

یہ بات وہ اس خیال سے کہنا چاہتا تھا کہ سگونہ کی شہادت میں ناحق اندرا کا نام زیر بحث آئے گا جو اسے منظور نہ تھا۔ مگر اس کے وکیل مسٹر کولین نے یہ ارادہ معلوم کرتے ہی پاس آ کر اس کے کان میں کہا "خدا کے لئے ضابطہ کی کارروائی ہونے دیجئے۔ چونکہ آپ کا سیشن سپرد ہونا یقینی ہے۔ گو خدا نے چاہا۔ تو آپ کی بے گناہی فوراً ثابت ہو جائے گی۔ بہرحال مناسب یہی ہے کہ عدالت آئندہ میں جواب دہی کے لئے استغاثہ کے سب پہلو اچھی طرح معلوم کر لیے جائیں۔ مہارانی اندرا کا نام جلد یا بدیر زیر بحث آنا یقینی ہے۔ اس لئے اس کی فکر نہ کیجئے۔ اور جس طرح میں عرض کرتا ہوں کرتے جائیے۔"

"دوست میں اس مشورہ کے لئے تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں" لارڈ کلینڈٹن نے اسی طرح دبے لہجہ میں جواب دیا اور وکیل اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

اب تھانیدار کے اشارہ سے خادمہ سگونہ گواہوں کے کٹہرہ میں داخل ہوئی۔ صاحب مجسٹریٹ نے اس کو حلف کی ذمہ داریاں سمجھائیں جس کے بعد اس کو باقاعدہ حلف دیا گیا۔ یہ ہو چکا تو کچھ استغاثہ کے سوالات پر اور کچھ اپنے آپ اس نے جرم کی ساری کیفیت بیان کی۔ اس کی شہادت انگریزی زبان میں ہوئی جسے اب وہ پوری سلاست اور روانی سے بول سکتی تھی مگر لہجہ کی اجنبیت ضرور باقی تھی۔

عدالت کے احترام کو مدنظر رکھنے کی خاطر اس نے نقاب اٹھائی۔ تو حاضرین میں ہر شخص اس کے حسن عالم آشوب کے نظارہ سے محو حیرت ہو گیا۔ اس کا لہجہ پرسکون اور آواز میں کسی طرح کی لغزش موجود نہ تھی۔ بیان دیتے ہوئے اس نے صرف ایک بار قیدی کی طرف دیکھا۔ اور وہ بھی ایک خاص موقعہ پر جس کا حال آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔

اس نے کہا۔ میرا نام سگونہ اور عمر تقریباً ۲۰ سال ہے۔ بچپن میں یتیم ہو گئی تھی۔ اور اس زمانہ سے میری پرورش راجکماری اندرا حال مہارانی والیئے اندرآباد نے جو ہندوستان کی ایک آزاد و خودمختار ریاست ہے کی تھی۔ مجھے یاد ہے قریباً ۱۰ سال پیشتر جب میری عمر دس برس کی تھی ایک انگریز بنام کلینٹ ریڈکلف دربار اندرآباد میں وارد ہوا۔ یہ شخص ایسٹ انڈیا کمپنی کا ملازم اور نواب گورنر جنرل کے ایجنٹ کی حیثیت میں آیا تھا۔ بعض وجوہ سے والیئے اندرآباد نے اس کو نظربند کر لیا۔ اور یہ افواہ مشہور کی کہ وہ جنگل میں ہلاک ہو گیا۔ اس خبر کو مشہور کرنے کا مقصد یہ تھا کہ رفتہ رفتہ کمپنی بہادر کے عمال تک جا پہنچے۔ اور دربار اندرآباد پر کسی طرح کا شک نہ ہو۔

نظربندی کے باوجود ریاست میں اس کی بڑی عزت کی جاتی تھی ۔ اور نقل و حرکت کی آزادی کے سوا اس کو سب اختیارات حاصل تھے ۔ رہنے کو راج بھون میں عمدہ سے عمدہ جگہ دی گئی رکھی نوکر اور نوکرانیاں ہر وقت اس کی خدمت کے لیے حاضر رہتی تھیں ۔ اور خرچ کرنے کو مال و دولت کی کمی نہ تھی ۔ اس کے علاوہ مہاراج نے سب اہلکاروں کو حکم دے دیا تھا ۔ کہ ہر شخص اس کا پوری طرح ادب و احترام کرے ۔ اسی نظربندی میں اس نے راجکماری اندرا کی تعلیم شروع کی ۔ اور اس کو سب مغربی کمالات سے واقف کیا ۔ مہاراج ہر کام میں اس سے مشورہ لیتے تھے ۔ اور اسی کی صلاح سے ریاست میں کئی طرح کی اصلاحات عمل میں لائی گئیں ۔ یہی باعث تھا کہ اجنبی ہونے کے باوجود اندرآباد کا ہر فرد وبشر اس کی عزت کرتا تھا ۔ اہلکاروں میں اس کی ویسی ہی تعظیم تھی جیسے مہاراج کے قرابتی رشتہ داروں کی ۔ حتے کہ یہ خبر زبان زد عام تھی کہ راجکماری اندرا کی شادی اسی سے کی جائے گی ۔ اور مہاراج کے انتقال پر وہی اس ریاست کا حکمراں ہوگا ۔"

یہ تمام باتیں سگونہ نے اپنے بیان کو مفصل بنانے کے لئے کہی تھیں ۔ ورنہ اس کا مقصد اس ذریعہ سے ریڈکلف کی عزت افزائی نہ تھا ۔

سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا ۔ بارہا اس شخص کلیمنٹ ریڈکلف نے آزادی کے لئے درخواست کی ۔ لیکن نامنظور ہوئی ۔ اسی طرح وقت گذرتا گیا حتے کہ ۱۸۰۵ء میں ایک ایسا واقعہ ظہور میں آیا جس کی بدولت مجھے اس کے صحیح حالات معلوم ہوئے ۔ ایک انگریز سیاح صدر مقام اندرآباد کے پاس جنگل میں مقتول پایا گیا تھا ۔ اس کے اسباب کی دیکھ بھال کی گئی ۔ تو اس میں سے لندن کے ایک اخبار کا پرچہ بھی برآمد ہوا جو کلیمنٹ ریڈکلف کے ہاتھوں تک جا پہنچا ۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ میں اندرآباد کے صحن باغ میں فوارہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی ۔ کہ اتفاقاً ریڈکلف کی راجکماری اندرا سے ملاقات ہوئی ۔ اس موقعہ پر ریڈکلف نے اندرا کے قدموں میں گر کر بہت التجا کی ۔ کہ خدا کے لئے مہاراج سے کہہ کر میری آزادی کا حکم لے دو ۔ اب تک مجھے اپنے وطن کا حال معلوم نہ تھا ۔ مگر ایک اخبار سے جو اتفاقاً میرے ہاتھ آگیا تھا ۔ معلوم ہوا ہے کہ مجھ پر ایک ایسی واردات قتل کا الزام عائد کیا جاتا ہے جس کا میں نے ارتکاب کیا ۔ نہ مجھے اس کا حال معلوم تھا ۔ اس موقعہ پر اس نے ڈیوک آف مارچ مونٹ کا نام لیا ۔ اور یہ بھی کہا کہ میرا اصلی نام ہوبرٹ ماؤبن ہے ۔ اس کا لہجہ بہت پُرجوش تھا ۔ میرا

خیال ہے۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ میرے منہ سے کیا الفاظ نکل رہے ہیں۔ اس اثنا میں میں اسی فوارہ کے پاس پودوں کے سایہ میں چھپی ہوئی سارا حال دیکھ اور سب باتیں سُن رہی تھی۔ لیکن وہاں میری موجودگی کا حال نہ راجکماری کو معلوم تھا۔ اور نہ ریڈکلف کو۔ میں نے بھی قصداً اس واقعہ کو چھپائے رکھا۔ بہرحال ہر قسم کی التجاؤں کے باوجود ریڈکلف کی درخواست آزادی نامنظور ہوئی۔ اور بعد ازاں وہ خود ہی موقعہ پاکر فرار ہو گیا۔ اس کے چلے آنے پر راجکماری بھی اس کے پیچھے انگلستان آنے کو تیار ہوئی۔ اور مجھے اپنے ساتھ ہی لیتی آئی۔ اس زمانہ سے ہم انگلستان میں رہتے ہیں۔ یہاں رہتے ہوئے بھی ایک دو موقعوں پر میں نے قیدی کو مہارانی اندرا سے گفتگو کرتے سُنا تھا۔ جس سے یقین ہو گیا کہ یہ آدمی جو اپنا نام کلیمنٹ ریڈکلف ظاہر کرتا تھا۔ حقیقت میں برٹرام دوین یا اور بھی صحیح لفظوں میں لارڈ کلینڈن ہے۔"

"تمہیں اس بات کا یقین واثق ہے کہ قیدی جو حاضرِ عدالت ہے۔ وہی آدمی ہے جس کا تم ذکر کرتی ہو؟" صاحب مجسٹریٹ نے پوچھا۔

یہ وہ موقعہ تھا کہ سگونہ نے اپنی سیاہ آتش ریز آنکھوں کو لارڈ کلینڈن کی طرف پھیرا اس وقت ان میں وہی خوفناک چمک پائی جاتی تھی جسے بعض موقعوں پر ریڈکلف نے اندرا کے مکان پر دیکھا تھا۔ اس کی نگاہ سے شیطانی مسرت کا اظہار ہوتا تھا۔ آنکھیں نفرت کی بجلیاں گرا رہی تھیں۔ کیونکہ وہ بے پایاں محبت جو کبھی اسکو ریڈکلف سے ہوا کرتی تھی۔ اب حقیقت انتہائی نفرت میں تبدیل ہو چکی تھی۔ قیدی کی طرف اس انداز سے دیکھنے کے بعد سگونہ نے دوبارہ صاحب مجسٹریٹ کی طرف منہ پھیرا اور مستقل لہجہ میں بولی۔ "جی ہاں وہی ہے۔"

اس وقت تھانیدار نے اس کو مخاطب کرکے کہا "سہ پہر کو جب تم بار اول مجھے ملی ہو۔ تو تم نے ۱۸۲۹ء کی واردات قتل کا بہت مفصل حال بیان کیا تھا۔ کیا بتا سکتی ہو کہ یہ حالات تمہیں کیونکر معلوم ہوئے؟"

سگونہ نے تھوڑا تامل کیا۔ پھر اسی سرد و پرسکون لہجہ میں کہنے لگی۔ "مجھے آپ کے سوال کا جواب دینے میں عذر نہیں۔ انگلستان آنے کے بعد راجکماری اندرا نے جن کے ہاں میں رہتی تھی۔ اخبار ٹائمز کے بہت سے پرانے پرچے حاصل کئے تھے۔ انہیں کو پڑھ کر میں نے یہ حالات معلوم کئے تھے۔"

"مسٹر کولمین کیا آپ اس گواہ پر جرح کرنا چاہتے ہیں؟" صاحب مجسٹریٹ نے پوچھا۔

"جی نہیں۔" وکیل نے جواب دیا۔ "وہ خود جانتی ہے کہ اس نے یہ خوفناک غداری کیوں کی؟ میرے خیال میں اس کے فعل زبون کی سب سے بڑی سزا اس کا ضمیر دے گا۔"

سگونہ ان لفظوں کو سن کر زور سے چونکی۔ اس کے قرمزی ہونٹ اس طرح کھلے۔ گویا کچھ کہنا چاہتی ہے۔ مگر نہ کہہ سکی۔ اور لڑکھڑا کر اسی کرسی پر بیٹھ گئی جہاں سے اٹھی تھی۔

اب صاحب مجسٹریٹ نے قیدی سے مخاطب ہو کر کہا "کیا تم اس بارہ میں کوئی عذر پیش کرنا چاہتے ہو۔ کہ کیوں تم کو سیشن سپرد نہ کیا جائے؟"

"جناب عالی میں اس منزل میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ عدالت کو جو بات دریافت کرنی ہو میرے وکیل سے پوچھی جائے۔" لارڈ کلینڈن نے جواب دیا۔

اسپر مسٹر کولمین نے اٹھ کر حسب ذیل تقریر شروع کی۔

"میں جانتا ہوں کہ عدالت ملزم کو جو ایک امیر خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ حوالہ سیشن کرنے پر مجبور ہے۔ بہت اچھا وہ اپنا فرض ادا کرے۔ لیکن اگر خدائی انصاف کوئی چیز ہے تو بہت جلد دودھ اور پانی الگ الگ ہو جائے گا۔ سردست میں اسی بات کا جو پہلے کہی جا چکی ہے اعادہ کرنا چاہتا ہوں۔ یعنی جب تک اس افسوسناک اور پیچیدہ واقعہ کی پوری تفتیش نہ ہو جائے۔ اس کے متعلق ملزم کے خلاف کوئی رائے قائم نہ کی جائے۔ میرا موکل بے قصور ہے۔ اس عدالت میں جہاں اس کے مقدمہ کی سماعت ہونے والی ہے۔ وہ اپنی بے گناہی کا ثبوت پیش کرے گا۔ اس کو خدائے قدیر کے انصاف پر پورا بھروسہ ہے۔ جس کے زبردست ہاتھ ان الجھنوں کو بڑی آسانی سے سلجھا سکتے ہیں۔ جن کے سامنے فہم انسانی عاجز ہے۔ بس میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ وہ بے قصور ہے بالکل بے قصور ہے۔"

اس کے بعد صاحب مجسٹریٹ نے ملزم کو باضابطہ سیشن سپرد کر دیا اور وہ بڑے استقلال کے ساتھ چلتا اس گاڑی تک پہنچا جس میں بٹھا کر اسے جیلخانہ نیوگیٹ میں لے جانا تھا۔

ادہر سگونہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر جب لارڈ کلینڈن داروغہ مارک کے کان میں یہ کہہ رہا تھا کہ اس واقعہ کی خبر ہمارانی اندرا سے اس طرح بیان کرنا کہ انہیں کوئی غیر معمولی صدمہ نہ ہو چپ چاپ کرہ عدالت سے رخصت ہو گئی۔

ہم نے ڈیوک آف مایچ مونٹ کو وکیل کے دفتر سے رخصت ہوتے ہوئے چھوڑا تھا سو درحقیقت

اُٹھا۔ ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔ اب اس کا چہرہ لاش کی طرح زرد تھا۔ کبھی فرار کا ارادہ کرتا کبھی خودکشی کا۔ مگر صورت اول میں یہ خوف کہ شاید اس سے میرے خلاف اور قوی ثبوت پیدا ہو جائے اور یہ طریقہ سلامتی کی بجائے انحطاط کا موجب ہو۔ صورت آخر میں بقائے ہستی کی خواہش دامنگیر ہو کہ جان پر کھیلنا آخر بچوں کا کھیل نہیں ہے۔

دفعتاً ایک اور خیال پیدا ہوا۔ ایسا جو شدت یاس ہی میں پیدا ہو سکتا تھا لیکن اپنی موجودہ حالت میں ڈیوک نے اسی کو غنیمت سمجھا۔ اس نے زور سے گھنٹی بجائی۔ اور جب نوکر حاضر ہوا تو کہا "پہلے اخراجات کا بل اور اس کے بعد ایک گاڑی لا دو۔"

بل کی رقم ادا کر کے وہ کرایہ کی گاڑی میں سوار ہوا۔ اور گاڑیبان کو جیل خانہ نیوگیٹ کی طرف چلنے کا حکم دیا۔

گاڑی تیز رفتار سے چلنے لگی۔ مگر ڈیوک کو کیا خبر کہ ایک اور گاڑی قدم بہ قدم سایہ کی طرح پیچھے چل رہی ہے۔ یہ مسٹر کولمین کے محرر مسٹر پرائس کی گاڑی تھی جسے اس کے آقا نے حکم دیا تھا کہ ڈیوک کو ایک لمحہ کے لئے بھی اوجھل نہ ہونے دینا۔ بیس منٹ کے عرصہ میں ڈیوک کی گاڑی اس ہولناک جیلخانہ کے پھاٹک پر رکی۔ جسے شباب و حسرت کا مدفن کہا جائے تو خوب ہو گا۔ ڈیوک نے اتر کر گورنر جیل خانہ کے کمرہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ معاً ایک نوکر حاضر ہوا جسے ڈیوک نے اپنے اسم گرامی سے آگاہ کیا۔ تعظیم مجسم نوکر اسے بے روک گورنر جیلخانہ کے کمرہ میں لے گیا جس نے بڑے ادب سے تقدیم کی۔

ڈیوک کو زرد رو اور مضطرب دیکھ کر افسر مذکور نے یہی سمجھا کہ انہیں بھائی کی گرفتاری کا رنج ہے۔ ہمدردانہ لہجہ میں کہنے لگا "مائی لارڈ واقعہ سخت رنجیدہ ہے۔ مگر جیسا آپ سمجھ سکتے ہیں اس کا جلد یا بدیر پیش آنا لازم تھا۔ میرے خیال میں تو آپ یہی سمجھے ہوئے تھے۔ کہ لارڈ کلیڈن کا انتقال ہو گیا۔۔۔"

ڈیوک نے اس کی ہمدردی کا شکریہ ادا کر کے کہا "میں اپنے ستم رسیدہ بھائی سے ملنے آیا ہوں ازراہ عنایت اس کی کوٹھڑی کا رستہ دکھا دیجئے۔ میں تھوڑی دیر تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

اب رات ہو گئی تھی اور غروب آفتاب کے بعد کسی کو قیدیوں سے ملنے کی اجازت دینا ضابطہ جیل کے خلاف تھا۔ مگر دنیا کے سارے قانون اور ضابطے در اصل غریبوں کے لئے ہوتے ہیں۔ ڈیوک

کی خاطر ان سب کو بالائے طاق رکھ دیا گیا۔ گورنر نے فوراً تعمیل کی۔ اور مارچ مونٹ کو خود اس کوٹھڑی تک چھوڑنے گیا۔ جہاں لارڈ کلینڈن زیر حراست تھا۔ مضبوط آہنی دروازہ کھولا گیا۔ تو ڈیوک نے دیکھا کہ اندر ایک دھندلی شمع جل رہی ہے۔ اور لارڈ کلینڈن پھوس کے بستر پر لیٹا ہوا سو رہا ہے۔ دن کے پرخروش واقعات کی تھکن نے اسکو سکون دہن کی نیند سلا رکھا تھا اس کے خواب میں نہ وہ پریشانی تھی۔ جو کسی خونی مجرم کو لاحق ہوتی ہے۔ نہ وہ اضطراب جسے جیلخانہ کی پہلی رات کا لازمہ سمجھا جاتا ہے۔ بچوں کی طرح دنیا و مافیہا سے بے خبر پڑا سوتا تھا۔

گورنر جیلخانہ نے ڈیوک کو داخل کرکے دروازہ بند کر دیا۔ اور کہا "میں تھوڑی دور آپ کی واپسی کا انتظار کرتا ہوں۔ جب ضرورت ہو بلا لیجئے گا۔"

داروغہ کے چلے جانے پر ڈیوک آف مارچ مونٹ نے جلتی ہوئی شمع کے پاس کھڑا ہو کر اپنے محو خواب بھائی کے پرسکون چہرہ کو نظر حسرت سے دیکھا اور بے اختیار اس کے منہ سے نکلا "کاش میں بھی اس بے فکری کی نیند سو سکتا۔" پھر بھائی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کو ہلاتے ہوئے آہستگی سے کہا۔ "برٹرام۔"

لارڈ کلینڈن نے آنکھیں کھولیں۔ ڈیوک کو پاس کھڑا دیکھ کر وہ پہلے بڑے زور سے چونکا پھر سیدھا بیٹھ کر سرد مہری سے کہنے لگا۔ "کہو کیا کہتے ہو؟"

"برٹرام۔ پیارے بھائی" ڈیوک نے اس کی طرف انداز ملامت دیکھتے ہوئے پیار کے لہجہ میں کہا۔ "اپنے بڑے بھائی سے یہ سرد مہری! کیا مجھے بھول گئے؟"

"دنیا میں کوئی کسی کا بھائی نہیں۔" لارڈ کلینڈن نے گہری آہ کھینچ کر کہا "کسی زمانہ میں میں ایک شخص کو اپنا بھائی سمجھتا تھا۔ اور مجھے اس سے دلی محبت تھی۔ مگر وقت گذر گیا۔ انقلابات نے آنکھیں کھول دیں اور اب پچھلے ۱۹ سال سے" یہ کہتے ہوئے برٹرام نے ڈیوک کی طرف پرمعنی نظروں سے دیکھا۔ "کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جسے میں اپنا بھائی کہہ سکوں۔"

"افسوس! افسوس!" مارچ مونٹ نے انداز حسرت سے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے۔ اس صدمہ نے تمہارے ادراک کو مختل کر دیا۔ عزیز بھائی جو میں کہتا ہوں اسے بغور سنو۔ تم بے شک ایک خوفناک جرم کے ملزم ہو۔ لیکن جب میں تمہارا حامی و مددگار ہوں تو رنج و غم بے سود ہے۔ میں بے دریغ روپیہ صرف کرکے تم کو بچا لوں گا۔ میں جیلخانہ کے ملازموں کو رشوت دے کر تمہارے فرار کا انتظام

کر دوں گا - تمہاری خاطر روپیہ کو پانی کی طرح بہایا جائے گا - ہزاروں کیا - ضرورت ہو - تو لاکھوں تم پر نثار کئے جا سکتے ہیں ...."

"بس کرو - خدا کے لئے بس کرو - میں اور زیادہ سننا نہیں چاہتا" برٹرام نے لہجہ استقلال میں جواب دیا "تم رشوت اور فرار کا ذکر کرتے ہو مگر میں کہتا ہوں اگر اس جیلخانہ کے سبھی دروازے کھول دئے جائیں - اور کوئی شخص میری راہ میں حائل نہ ہو - تو بھی میں اس کوٹھڑی سے نکل کر کہیں نہ جاؤں گا - کیونکہ میرا اعتقاد اس قادر مطلق کی ذات پر ہے جو رشوت اور ترغیب سے پرے ہے اور جس کے انصاف پر کوئی خارجی اثر کارگر نہیں ہوتا - بس یہ میرا آخری فیصلہ ہے جاؤ -"

"نہیں - پیارے بھائی میں تمہیں اس طرح چھوڑ کر نہیں جا سکتا" ڈیوک آف پارج مونٹ نے اپنے اضطراب کو نمائشی ہمدردی میں چھپاتے ہوئے کہا "برٹرام تعجب ہے - تمہارے دل میں ایسے خیالات کیوں پیدا ہو گئے ؟ کیا باعث ہے تم مجھ سے اتنے کھچے ہوئے رہتے ہو تم آرک لینڈ میں ایک بار میرے سامنے آئے - اور پھر غائب ہو گئے آخر اس راز داری کی کیا ضرورت تھی ؟ کیا میں تمہارا بھائی تمہاری خدمت گذاری سے دریغ کرتا ؟ کسی بے چین روح کی طرح جھلک دکھا کر نظروں سے اوجھل ہو جانا - کیا برادرانہ محبت کا یہی شیوہ ہے - آؤ میرے عزیز بھائی جیسے بھی ممکن ہو یہاں سے بھاگو تم کسی دور دراز ملک میں چلے جاؤ گے تو میں اپنی ساری دولت تمہارے حوالہ کر دوں گا آپ غریبی کی زندگی بسر کروں گا - مگر تم پر تکلیف نہ آنے دوں گا - کیونکہ تم میرے عزیز ہو"

"جاؤ خدا کے لئے جاؤ" برٹرام نے جس کے سینہ میں جذبات کا ہجوم تھا - پُر جوش لہجہ میں کہا "تمہیں جو کہنا تھا کہہ چکے - مجھے جو سننا تھا سن لیا - اب اس بحث کو طول دینے کی حاجت نہیں"

ڈیوک حیران تھا - کہ اب کیا کرے - ایک بار جی میں آئی - کہ دو زانو ہو کر منت والتجا کرے اور ہاتھ باندھ کر فرار پر رضامند کرنے کی کوشش کروں - مگر جرات نہ ہوئی بھائی کی طرف دیکھا تو اس کے چہرہ پر سختی اور سرد مہری کے آثار نظر آئے - پھر وہ یہ سوچ ہی رہا تھا - کہ لارڈ کلینڈن نے بند دروازہ کی طرف اشارہ کر کے کہا "جاؤ - تم میرے بھائی نہیں دشمن ہو"

ڈیوک میں اعتراض کی جرات نہ رہی - مار کھائے ہوئے کتے کی طرح چپ چاپ باہر نکل گیا - اور گورنر جیل خانہ جو تھوڑے فاصلہ پر انتظار کر رہا تھا - دروازہ مقفل کرنے کو پاس آیا کیونکہ گو لارڈ کلینڈن اپنے بیان کے مطابق جیلخانہ کے سب دروازے کھول دیے جانے پر بھی فرار نہ ہوتا - تاہم افسروں کے لئے ضابطہ پورا کرنا بہر حال لازم تھا -

"آپ کا بدنصیب بھائی۔ اس ملاقات کے لیئے یقیناً شکر گذار ہوگا۔" گورنر نے ہمدردانہ پیرایہ میں ڈیوک سے کہا۔

"میں پھر عرض کروں گا۔" ڈیوک نے لہجہ اضطراب میں جواب دیا۔ معاف کیجیے اس وقت موقعہ نہیں ہے۔ مہربانی سے باہر جانے کا رستہ دکھا دیجیئے۔ میری طبیعت سخت پریشان ہے۔"

"مائی لارڈ یوں تشریف لایئے۔" گورنر نے ڈیوک کو روک کر کہا۔ "جدھر آپ جا رہے ہیں۔ اس حصہ میں تو پھانسی والے قیدی رکھے جاتے ہیں۔"

ڈیوک کے منہ سے چیخ نکلا چاہتی تھی۔ مگر اس نے بدقت ضبط کی پھر تیزی سے مڑ کر سیدھے رستہ پر ہولیا۔ معلوم ہوتا تھا جلد سے جلد جیل کی چار دیواری سے نکل جانا چاہتا ہے۔

قدرتی طور پر گورنر جیلخانہ نے اس پریشانی کو بھائی کی گرفتاری کے صدمہ سے منسوب کیا۔ باہر آکر اس نے التجا کی کہ تھوڑا ناشتہ کرکے جایئے گا۔ مگر ڈیوک نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور ایسی پریشان حالی میں گاڑی پر سوار ہوا کہ اس بدنصیب مجرم کو بھی جسے پھانسی دینے لیئے جا رہے ہوں اس پر رشک نہ ہو سکتا تھا۔

گاڑیبان نے پوچھا "کہاں چلیئے گا؟" تو ڈیوک نے بے خبری میں بلگریو سکوئر کا نام لے دیا اس اثنا میں کومین وکیل کا محرر ریاپس ایک اور گاڑی میں بیٹھا ہوا سایہ کی طرح ساتھ تھا۔ آخرکار ڈیوک کی گاڑی بلگریو سکوئر والے محل کے سامنے ٹھہری جس کی کھڑکیوں سے روشنی کی تیز کرنیں خارج ہو رہی تھیں۔ کیونکہ اس رات یہاں پر ایک شاندار جلسہ دعوت کا اہتمام تھا۔

شہر کے جملہ اکابر و اعیان جمع تھے۔ اور ڈچس ان کے استقبال میں مصروف تھی۔ محل کے ایک حصہ میں محفل رقص قائم تھی۔ ایک اور میں تاش کی بازیاں اُڑ رہی تھیں۔ اور کچھ لوگ مائیج مونٹ مورس کی خوشنما تصویروں کے معائنہ کے لیے مختلف کمروں کا گشت کر رہے تھے۔ لارڈ جیلین کی گرفتاری کی خبر تھوڑی دیر پہلے نوکروں کو مل گئی تھی۔ مگر مہمان ابھی تک لاعلم تھے جس وقت ڈیوک محل کے دروازہ پر اترا۔ تو اس کا چہرہ لاش کی طرح زرد اور بھیانک تھا۔ گورنر جیلخانہ کی طرح گھر کے نوکروں نے بھی یہی سمجھا کہ یہ پریشانی محض بھائی کی گرفتاری سے ہوئی ہے۔ دل کا حال عالم الغیب کے سوا کسے معلوم ہو سکتا ہے؟

جب نغمہ و سرود کی آواز کانوں میں پہنچی۔ اور محل میں چاروں طرف چہل پہل کے سامان نظر آئے تو ڈیوک نے بے قرار ہو کر ایک نوکر سے پوچھا "کیا آج پھر جلسہ دعوت ہے؟"

"ہاں سرکار" نوکر نے جواب دیا۔ "شاید حضور بھول گئے کہ یہ تاریخ آپ ہی نے مقرر فرمائی تھی کیا بیگم صاحبہ سے سرکار کی واپسی کی خبر عرض کروں؟

"نہیں ابھی نہیں۔" ڈیوک نے بے صبری سے جواب دیا۔ اور شرابیوں کی طرح لڑکھڑاتا محل سے باہر نکلا۔

نوکروں نے رحم وخوف کی نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ظاہر ہر شخص یہ سمجھتا تھا۔ کہ سرکار کا دماغ چل گیا ہے۔

ڈیوک نے ایک اور گاڑی طلب کی پھر اس پر سوار ہو کر گاڑیبان کو ریجنٹس پارک چلنے کا حکم دیا۔

گاڑی مسٹر آرمیٹج کے مکان پر ٹھیری اور ڈیوک نے نہایت بے قراری سے دستک دی۔

معاً ایک نوکر دروازہ کھولنے آیا جس سے ڈیوک نے پوچھا "کیا مسٹر آرمیٹج گھر میں ہیں؟"

"نہیں سرکار وہ کہیں باہر گئے ہوئے ہیں۔" نوکر نے جواب دیا۔

"کیا شہر سے باہر؟" مارچ مونٹ نے انداز حیرت سے کہا "ناممکن ہے۔ سہ پہر تک تو میرے ساتھ تھے۔"

"بالکل سچ ہے۔" نوکر نے عرض کیا۔ "مگر تھوڑی دیر گذری ایک اور آدمی کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر آئے تھے وہیں گاڑی میں بیٹھے بیٹھے حکم دیا۔ کہ سفر کا مختصر اور ضروری سامان ایک بیگ میں بند کر کے لا دو۔ یہ بیگ ان کو دیا گیا۔ تو فرمایا میں کچھ مدت کے لئے شہر سے باہر جا رہا ہوں سر دست معلوم نہیں کب واپس آسکوں۔ امید ہے وہاں سے خط لکھ کر اطلاع دونگا۔"

"اور وہ دوسرا آدمی کون تھا؟" مارچ مونٹ نے پوچھا۔

"سرکار میں نے اسکی صورت نہیں دیکھی۔ کیونکہ گاڑی میں اندھیرا تھا۔ اور آقا جلدی کر رہے تھے"

ڈیوک نے دیکھا کہ زیادہ گفتگو بے سود ہے ناچار اسی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ اس کی پریشانی اتنی بڑھ چکی تھی کہ دوبارہ گاڑیبان نے پوچھا۔ کدھر چلیں۔ مگر ڈیوک نے کچھ جواب نہ دیا۔ آخر تیسری مرتبہ بے قراری سے کہا۔ "گھر"

آرمیٹج کی پراسرار روانگی نے اس کا اضطراب دوبالا کر دیا۔ حیران تھا اس روانگی کی نسبت کیا سمجھے تسلیم کرے؟ یہ تو غیر ممکن تھا۔ کہ اس نے سارا حال ظاہر کئے بغیر مسٹر کولمین سے منفعت حاصل کر لی ہو۔ اس کے برعکس اندیشہ تھا۔ کہ وکیل نے اس کو ایک قسم کی حراست میں رکھا ہوا ہو گا

تاکہ اسے لارڈ کلینڈن کے مقدمہ پر بطور گواہ پیش کرے۔ ڈیوک کی ذہنی حالت ایسی تھی جس میں نخل امید ہی تباہ ہو جاتا ہے۔ اور ہر بات میں کوئی نہ کوئی خطرہ نظر آتا ہے۔ اس وقت وہ محتاج گداگر بھی جو سارا دن بھیک مانگ کر پیٹ بھرتا۔ اور رات کو سڑک کے ایک جانب سو کر زندگی گذارتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہزار درجے سکھی تھا۔

مارچ مونٹ ہوس میں پہنچا۔ تو فرط غم سے نڈھال تھا۔ بدقت اپنے کمرہ میں گیا۔ اور نیم بیہوشی کی حالت میں بستر پر گر پڑا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد شدت کا بخار ہو گیا۔

اتنے میں یہ خبر مہمانوں میں پھیل گئی تھی۔ کہ لارڈ کلینڈن گرفتار ہو گئے۔ اور عنقریب ان کے مقدمہ کی سماعت عدالت سشن میں ہو گی۔ ڈچس کو اس خبر سے بہت پریشانی ہوئی۔ ایک ایک کر کے سارے مہمان ہمدردی کے لئے آنے لگے۔ اسی پریشانی میں جلسہ قبل از وقت ختم ہو گیا اور وہ پر تکلف کھانا جو اس تقریب پر تیار کیا گیا تھا۔ ویسے کا ویسا رکھا رہا۔

مارچ مونٹ ہوس کے ایک کمرہ میں پر تکلف بستر پر لیٹا ہوا ڈیوک آف مارچ مونٹ ہذیان کر رہا تھا۔ تفکرات نے دماغ پر اثر انداز ہو کر تیز بخار پیدا کر دیا۔ اور ڈچس لیونیا اپنے شوہر کے سرہانے بیٹھ کر تیمار داری کرتی تھی۔

باب ۱۳۹

پچھتاپ

ہم نے لکھا تھا کہ لارڈ کلینڈن کے سشن سپرد ہوتے ہی خادمہ سگونہ بوسٹرمیٹ کی عدالت سے رخصت ہو گئی۔

درحقیقت وکیل کولمین کے ان الفاظ نے جو اس نے اپنی تقریر میں بدیں مضمون کہے تھے کہ اس عورت کا ضمیر ہی اس کو کافی سزا دے گا۔ اس کے دل پر گہرا اثر ڈالا تھا۔ الفاظ معمولی تھے۔ مگر خاص حالتوں میں معمولی الفاظ بھی غیر معمولی اثر پیدا کر سکتے ہیں۔ سگونہ کی حالت میں یہی ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ مایوس محبت انتہائی نفرت کی صورت اختیار کر سکتی ہے۔ مگر جب ایسی نفرت کا خاتمہ انتقام پر ہو جائے۔ تو تلخ ندامت کا احساس بھی جتنا ضرور دار ہوتا ہے۔ کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ سگونہ جب کمرہ عدالت سے رخصت ہوئی۔ تو وکیل کے الفاظ رعدہ کر کانوں

میں گھوم چکے تھے۔ ان کا اثر کسی خوفناک بددعا کی طرح ساتھ ساتھ تھا۔ ان کی یاد ناقابل محو طریقہ پر دماغ میں ثبت ہو چکی تھی۔

اس پریشانی میں اس بات سے بے خبر کہ میں کہاں جا رہی ہوں۔ اور مجھے کہاں جانا چاہیئے۔ اپنے فعل پر نادم وپشیمان وہ بے خبری میں آگے چلتی گئی۔ دل نے کہا کبھی تجھ کو اسی کلیمنٹ ریڈکلف سے کتنی محبت تھی۔ جب تو نے اسے بار اول دیکھا۔ تو وہ کتنا شکیل جوان تھا۔ کیا وہ ہمیشہ تجھ سے دلی شفقت کا سلوک نہ کرتا تھا؟ وہ تیرا محبوب ومعبود تھا۔ پھر تو نے کیوں ایسا ظلم کیا؟ پھر اسے مہارانی اندرا کا خیال آیا۔ جو اس سے بہنوں کی طرح محبت کرتی۔ اور اسے اپنا سچا معتقد سمجھتی تھی۔ کیسی عالیشان بلند نظری ہے کہ اس کی محبت میں دم آخر تک کمی واقع نہ ہوئی۔ خنجر کا وار ہونے پر اسی نے راتوں کو سرہانے بیٹھ کر تیمارداری کی۔ اور بے وقت مگر یقینی موت سے بچایا۔ اندرا کی ہمدردانہ دمسازی کے بغیر آج تک زندگی ہی کا خاتمہ ہو گیا ہوتا۔ یہ سارے خیالات یکے بعد دیگرے سگونہ کے دل میں پیدا ہوئے۔ اور وہ اپنے اس فعل کو یاد کر کے جس کی بدولت کلیمنٹ ریڈکلف مبتلائے مصیبت ہوا۔ سخت بے قرار ہونے لگی۔

اسے معلوم تھا۔ جرم قتل کی سزا موت ہے۔ اس امکان کا اندازہ کئے بغیر کہ شاید مسٹر کلیمنٹ کو ارتکاب جرم سے انکار ہو۔ اور اگر ایسا ہوا تو عدالت اس انکار کو کیا وقعت دے گی۔ وہ یہی سوچتی تھی کہ وہ یقیناً مجرم قرار پائے گا۔ ندامت وپشیمانی کی حالت میں رستہ چلتے ہوئے وہ بار بار اپنے دل سے کہتی تھی۔ "میں نے بڑی بھاری غلطی کی۔ جو کچھ ہوا۔ وہ ایک مجنونانہ فعل تھا۔ اور اب اگر کوئی مجھ سے دو جہان کی دولت لے کر بھی اس خرابی کی اصلاح کر دے تو مجھے دریغ نہیں۔" عالم تصور میں اس نے حدود جیلخانہ میں پھانسی کا کٹہرا گڑا ہوا دیکھا۔ اور گو آج تک اس نے کسی کو سزائے موت پاتے نہ دیکھا تھا۔ تاہم اس کے بگڑے ہوئے تخیل نے نہ صرف اس حالت کا صحیح نقشہ پیش کیا۔ بلکہ کئی فرضی ہیئتیں جو محض اس کے ذہنی رنج وغم کی پیدا ہوئی تھیں۔ اپنی طرف سے بڑھا دیں اس کے بعد اسے اپنی موجودہ حالت کا خیال آیا۔ وہ اس وقت بے گھر بے زر اور بے سروسامان تھی۔ جوش جنون میں اس نے اس گھر کی سکونت بھی ترک کر دی۔ جہاں راحت وآرام کی زندگی بسر کرتی تھی۔ اس نے اس مہربان ملکہ کا ساتھ چھوڑا۔ جو اسے بہنوں کی طرح عزیز رکھتی تھی۔ اور اب یہ حالت تھی کہ نہ سر چھپانے کو جھونپڑی۔ اور نہ پیٹ بھرنے کو جیب میں پیسہ۔ چونکہ ایک لمبی اور تکلیف دہ بیماری سے حال میں اٹھی تھی۔ اس لئے چلتے چلتے جلدی ہی تھک گئی۔ ساتھ ہی

بھوک کی تکلیف بھی ستانے لگی - اور اب اس خیال نے پریشان کرنا شروع کیا - کہ میرے پاس ایک پیسہ تک نہیں ہے جس سے خشک روٹی ہی حاصل کر سکوں - سچ پوچھئے تو اپنی خوفناک غداری کی سزا اس کو ابھی سے ملنی شروع ہو گئی تھی -

اس پشیمانی کے سلسلہ میں کئی اور خیالات بھی دل میں پیدا ہونے لگے - ضمیر نے کہا تو فی الحقیقت خونی عورت ہے - اسے وہ وقت یاد آیا جب اس نے مہارانی کی جان لینے کی کوشش کی تھی - گو غیبی امداد ہر بار اس کی ناپاک تجویزوں میں مزاحم ہوئی - ایک بار وہ اس کو خنجر سے ہلاک کرنے گئی تھی اور دوسری مرتبہ اس نے مہارانی کے کپڑوں میں سانپ چھپا دیا تھا - حالانکہ اندرا اس سے سچی محبت اور پیار کرتی - اور اسے بہنوں سے زیادہ عزیز رکھتی تھی - ان واقعات کی یاد نے اس کی بے چینی میں اتنا اضافہ کیا - کہ دل و دماغ میں ہیجان ہونے لگا - تصور میں لاانتہا خطرے نظر آنے لگے کئی طرح کی خوفناک شکلیں دکھائی دینے لگیں - تخیل کی پیدا کی ہوئی بھیانک روحوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا ان کے لاش کی طرح سرد ہاتھ ہر طرف سے اس کو پکڑنے کی کوشش کر رہے ہیں - پیچ و تاب کی آگ روح کو بھسم کئے دیتی تھی - ذلت و ندامت کا احساس آتشی ملغوبہ کی طرح دماغ میں شعلے پیدا کر رہا تھا - سچ پوچھو اس زندگی میں ہی اس کو دوزخ کی اذیت محسوس ہونے لگی تھی!

اس حالت میں خانماں برباد سگونہ بہت دیر تک لندن کے بازاروں کا گشت کرتی رہی صدر مقام کے پُر ہجوم و پر خروش بازاروں میں اس کو ہولناک تنہائی محسوس ہوتی تھی - اپنی ہی نظروں میں ذلیل و حقیر ہونے کے باعث وہ اپنے آپ کو ایک ہستی ناپاک سمجھتی تھی جس پر دنیا کی راحت و آرام کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند ہو گئے ہوں - اور جس کی زندگی پہ موت قابل ترجیح ہو لیکن افسوس موت بھی مانگے سے نہیں ملتی -

شدت یاس سے بے قرار ہو کر اس نے آخر کار مہارانی کے بنگلہ پر واپس جانے کا ارادہ کر لیا - یا تو صدہا فریب کے بعد وہ اس جگہ سے جان چھڑا کر بھاگی تھی - یا اب پھر وہیں جانے کو تیار ہے اس نے سوچا کہ اگر میں اپنی نیک دل مالکن کے قدموں میں گر کر سب گناہوں کا اقرار کر لوں گی - تو یقین ہے - میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا - اس میں شک نہیں کہ جو کچھ وہ اب بیان کرنا چاہتی تھی - وہ اس سے پہلے عالت خواب میں خود بخود اس کے منہ سے نکل چکا تھا - مگر جب دماغ انسانی میں فتور ہو جائے - تو وہ عجیب و غریب خیالات کا مرکز بن جاتا ہے - اور ادراک و استدلال کی قوتیں زائل ہو جاتی ہیں - اور ایک ہی خیال غالب ہو کر سب افعال پر اثر انداز ہوتا ہے - اب اسے رہ رہ کر

یہی خیال آتا تھا کہ جس طرح ممکن ہو۔ مہارانی کی معافی سے داغ معصیت دھونا چاہئے۔ اس سے میرے دلِ مجروح کو تسکین ہوگی۔ اور اس طرح میں زیادہ اطمینان سے جان دے سکوں گی۔

یہ فیصلہ کرکے وہ مہارانی اندرا کے بنگلہ کی طرف روانہ ہوئی۔ مگر اب قدموں میں وہ اگلی سکت موجود نہ تھی۔ دماغی تکلیف اور جسمانی تھکن سے پاؤں سو سو من کے ہو گئے۔ سہل خرامی جاتی رہی۔ قامت میں خم آگیا۔ اور ایک بدنصیب مصیبت زدہ عورت کی طرح جس کے کندھے ناقابل برداشت بوجھ سے جھکے ہوئے ہوں۔ اس نے مہارانی کے بنگلہ کی راہ لی۔

اتنے میں وفادار مارک لارڈ کلینڈن کا پیغام لے کر بنگلہ میں پہنچ چکا تھا۔ مہارانی بڑی بیقراری سے اس کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔ کیونکہ جیسا مشہور ہے بڑے واقعات اپنا اثر پہلے ہی ظاہر کر دیتے ہیں۔ سگونہ کے فرار نے اس کے دل میں عجیب تشویش پیدا کر دی تھی۔ دل کہتا تھا کہ وہ ضرور دغا کرے گی۔ سگونہ کے زخمی ہونے پر لارڈ کلینڈن اور اندرا باہم مشورہ سے اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے کہ وہ اس گہرے راز سے واقف ہو چکی ہے۔ جو ریڈکلف کی شخصیت سے تعلق رکھتا تھا۔ معلوم ہوا وہ اسی لئے اخبار ٹائمز کے پرانے پرچے پڑھا کرتی تھی۔ اب اس کے فرار پر مہارانی کو بار بار فکر ہوتی تھی کہ جوش انتقام میں مسٹر ریڈکلف کی اصلی شخصیت ظاہر نہ کر دے۔ اسی لئے ایک رقعہ مارک کے ہاتھ ریڈکلف کے پاس بھیجا تھا۔ مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی اسکی گرفتاری عمل میں آگئی۔ بہرحال جیسا بیان کیا گیا ہے۔ مہارانی داروغہ کی واپسی کا بڑی بےچینی سے انتظار کر رہی تھی۔ اسے آتا دیکھ کر دھڑکتے ہوئے دل سے ملنے کے لئے بڑھی۔ وفادار مارک لارڈ کلینڈن کی ہدایات کے مطابق گرفتاری کے ساتھ روح فرسا کی خبر آہستہ آہستہ دینا چاہتا تھا۔ مگر چہرہ کے آثار غم چھپائے نہ چھپ سکے۔ اسکی یاس انگیز صورت نے اندرا کو یقین دلا دیا۔ کہ بدترین واقعات ظہور میں آگئے۔

"مارک جلدی کہو۔ وہ تو خیریت سے ہیں؟" اس نے بےقراری سے پوچھا۔ "تمہاری غمگین صورت میرے دل کو سہارہی ہے۔ پرماتما کے لئے مجھ سے پردہ نہ کرو۔"

"مہربان جانو" وفادار مارک نے افسردہ لہجہ میں کہا "میں دلی رنج و افسوس کے ساتھ یہ منحوس خبر عرض کرنا چاہتا ہوں..."

مہارانی کا ماتھا پہلے ہی ٹھنکا ہوا تھا۔ ان لفظوں نے یہی تصدیق کر دی مگر نہیں

سن کر نہ اس کے منہ سے چیخ نکلی نہ اس نے غش کیا۔ صدمہ کا اثر فقط چہرہ کی زردی سے ظاہر ہوتا تھا۔ بظاہر ہر طرح ساکن تھی مگر اس کا سکون ایسا تھا جس کے پردہ میں ہزاروں تفکرات۔ ہزاروں واماندگیاں چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔ مگر اس حالت میں بھی ایک امید اس کا سہارا تھی جس نے اس کو شدت غم کا شکار ہونے سے بچایا تھا اور وہ امید یہ تھی کہ گو لارڈ کلینڈن پر مصیبت آ چکی ہے لیکن اگر خدائی انصاف سچا ہے تو وہ انجام کار ضرور بے گناہ ثابت ہوگا۔

داروغہ مارک کو علیحدہ کمرہ میں لے جا کر اس نے سارا حال معلوم کیا۔ جب تک مارک تفصیل بیان کرتا رہا۔ مہارانی چپ چاپ سنا کی۔ آخر جب اس کا بیان ختم ہوا۔ تو وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور کہنے لگی۔ "اب میں جیل میں جا کر ان کو تسکین دیتی ہوں۔"

"تو اس خادم کو یہ عرض کرنے کے لئے معاف کیا جائے۔ کہ آج رات ان سے ملاقات نہ ہو سکے گی۔" مارک نے جواب دیا "جیل کا ضابطہ اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اور لارڈ کلینڈن نے باصرار فرمایا تھا۔ کہ آپ سے ارادہ ملاقات کل تک ملتوی کرنے کی درخواست کروں۔ کل بھی آپ اس طرح تشریف لے جائیں کہ آپ کی شخصیت کسی پر ظاہر نہ ہو۔"

"اچھا کل ہی۔" مہارانی نے مجبور ہو کر کہا "اور اب میرے وفادار مارک ہمیں ان تجویزوں کو فی الفور عمل میں لانا چاہیے۔ جن کا حالات تقاضا کرتے ہیں۔ تم فوراً قصر اوک لینڈز میں جاؤ۔ جو ڈیوک آف ناچ مونٹ کے دیہاتی محل کا نام ہے۔ وہاں ایک عمر رسیدہ آدمی سے مل کر جس کا نام پروس ہے۔ وہ خط جو میں دیتی ہوں۔ اس کے حوالہ کر دینا۔"

مارک نے اس حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ اور اس کے تھوڑی دیر بعد خط لے کر رخصت ہو گیا۔ اس کے جانے پر مہارانی کرسٹینا کے پاس گئی۔

سگونہ کے فرار پر اندرا نے اندیشہ ظاہر کیا تھا۔ کہ شاید وہ مسٹر ریڈکلف کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گی۔ بھولی کرسٹینا اس فکر میں بہت اداس اور غمگین بیٹھی ہوئی تھی مسٹر ریڈکلف نے بہن بھائی پر بے شمار احسانات کئے تھے۔ اور گو کرسٹینا کو ابھی تک اس کا صحیح نام معلوم نہ تھا۔ تاہم وہ مسٹر ریڈکلف کے نام سے ہی اس کی بیحد تعظیم کرتی تھی۔ مہارانی نے کرسٹینا سے کہہ دیا تھا۔ کہ سگونہ کے فرار میں میں تمہیں بالکل بے قصور سمجھتی ہوں۔ ایک اتفاقی واقعہ تھا جس کے لئے کسی کو ذمہ دار نہیں سمجھا جا سکتا۔ پھر بھی حسین دوشیزہ اس خیال سے اپنے آپ کو ملامت کر رہی تھی کہ اگر میں پوری احتیاط کرتی۔ تو یہ واقعہ ہرگز ظہور میں نہ آتا۔ اندرا اس کے

کمرہ میں گئی۔ تو وہ چپ چاپ بیٹھی رنج و غم کے آنسو بہا رہی تھی۔ مہارانی نے سمجھایا کہ سگونہ کے فرار پر تم ناحق اپنے آپ کو ملامت کرتی ہو۔ اس سہو کے لیئے میں تمہیں ہرگز خطاوار نہیں سمجھتی۔ مگر کرسٹینا کا غم ان تسلیوں سے بھی دور نہ ہو سکا۔ اس کے بعد مہارانی نے بتدریج وہ حالات بیان کیئے۔ جن سے کرسٹینا اب تک بے خبر تھی۔ جب کرسٹینا کو معلوم ہوا کہ ریڈکلف کے نام میں لارڈ کلینڈن کی شخصیت پوشیدہ تھی۔ اور سگونہ کے فرار نے ہمارے محسن پر یہ تباہی نازل کی ہے۔ تو اور زیادہ رونے لگی۔ اب اس کا غم حد تسکین سے باہر ہو چکا تھا۔ اتنے میں کرسچن اسٹیٹن بھی وہیں آ گیا وہ اپنی منگیتر اسابیلا ولسنڈے سے ملنے گیا ہوا تھا۔ شام کا کھانا کھا کر مارٹیمر سٹریٹ میں پہنچا۔ تو مسز میکالے کی زبانی وہ حالات جو اتفاقاً اس کے کانوں تک پہنچ چکے تھے۔ سنے۔ جب اسے اپنے محسن کی گرفتاری کا علم ہوا۔ تو بے قرار ہو گیا۔ اسے اس کی بے گناہی کا پورا یقین تھا۔ وہاں سے چلکر سیدھا بو سٹریٹ کی عدالت میں گیا مگر مقدمہ کی سماعت ختم ہو چکی تھی۔ اور پولیس کے آدمی لارڈ کلینڈن کو جیلخانہ لے جا چکے تھے۔ دیوانوں کی طرح سیدھا جیل جانے کو تیار ہوا۔ مگر اس کو بتایا گیا۔ کہ اس وقت قیدی سے ملاقات ہونا دشوار ہے۔ ناچار مہارانی کے بنگلہ کو ہو لیا۔ اور عین اس وقت وہاں پہنچا جب مہارانی کرسٹینا سے مفصل حالات بیان کر رہی تھی

تینوں زیریں منزل میں بیٹھے ہوئے اس المناک سانحہ پر گفتگو کر رہے تھے۔ ہر ایک کے چہرہ پر اداسی اور غمگینی نمودار تھی۔

"خیر ہمکو مایوس نہ ہونا چاہیئے" یکایک مہارانی نے کہا۔ "پرماتما کا انصاف سچا ہے۔ وہ کبھی کسی بیگناہ کو مجرم ثابت نہ ہونے دے گا۔ کچھ مدت سے واقعات از خود اس منزل کی طرف آ رہے تھے کیا عجب آج کا سانحہ اس زنجیر کی آخری کڑی ثابت ہو۔ جو لارڈ کلینڈن کی بے گناہی کے واقعات سے تیار ہو رہی تھی"۔

مہارانی کے الفاظ سے بہن بھائی کو قدرے تسکین ہوئی۔ اور اسکی زبانی یہ بھی معلوم ہوا کہ لارڈ کلینڈن کو بیگناہ ثابت کرنے کے متعلق بعض اہم تجاویز اس کے زیر غور ہیں۔ تھوڑی دیر سکوت رہا۔ میز پر جلتے ہوئے لیمپ کی روشنی میں تینوں کے چہرے بے حد اداس نظر آتے تھے۔ کیونکہ ہر قسم کی امید و تسکین کے باوجود اس حقیقت کو نظرانداز کرنا غیر ممکن تھا۔ کہ لارڈ کلینڈن کے لیئے ایک خطرناک آزمائش کا سامنا ہے۔

یکایک معلوم ہوا کوئی شخص اس کمرہ کے دروازہ کو جس میں وہ بیٹھے ہوئے تھے کھولنے کی

کوشش کرتا ہے۔ دروازہ کھلا، اور ایک جوان عورت داخل ہوئی۔ کرسٹینا نے فوراً پہچان لیا کہ وہ اسی کے چرائے ہوئے کپڑوں میں ملبوس تھی۔

"کون، سگونہ؟" اس کے منہ سے حیرت و خوف کے لہجہ میں بے اختیار نکلا۔

"وہی بدنصیب۔ ذلت و عصیان کا نمونہ" ہندوستانی خادمہ نے گردن جھکائے پاس آتے ہوئے کہا۔

قریب آ کر اس نے ٹوپی اُتار دی تو لپ کی روشنی سے معلوم ہوا اس کے حسن ملیح کی تہ میں ایک بھیانک زردی پوشیدہ تھی۔

سگونہ کو دیکھتے ہی کرسچن اور کرسٹینا اس عورت سے پرے ہٹنے کو جوان کے عزیز محسن کے درپے آزار تھی نفرت سے کھڑے ہو گئے۔ اور مہارانی کو جسے اسکی واپسی کی قطعاً امید نہ تھی اتنی حیرت ہوئی کہ ایک لفظ تک نہ کہہ سکی۔

سگونہ لڑکھڑاتی ہوئی پاس آئی۔ اور بڑے عجز و انکسار سے کہنے لگی۔ "مہارانی ایک دکھیاری پاپن آپ سے رحم کی بھکشا مانگنے آئی ہے۔ یقین ہے آپ اس کی عاجزانہ درخواست کو رد نہ کرینگی۔"

"او بدی اور بدکاری کی جیتی جاگتی تصویر" مہارانی نے غیر معمولی سختی سے کہا۔ "کیا تو نہیں جانتی دنیا میں بعض پاپ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جنہیں کسی حال میں معاف نہیں کیا جا سکتا۔ تو نے وہ بھیشن پاپ کیا ہے جس کا کوئی پرائشچت نہیں جا میری نظروں سے دور ہو جا۔ ورنہ عجب نہیں میں حالت جوش میں تجھ ناگن کی ہستی کا خاتمہ کر دوں۔"

"مہارانی۔ میں ابھاگن اپنی خطاؤں کی کثرت سے بے خبر نہیں۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی جانتی ہوں کہ آپ کا رحم میرے گناہوں سے بہت وسیع ہے۔" ہندوستانی خادمہ نے عاجزی سے جواب دیا۔ "آپ میری ہستی ناچیز کو مٹانے کا ذکر کرتی ہیں۔ آہ! اگر واقعی آپ مجھ بدنصیب کو بار زندگی سے سبکدوش کر دیں۔ تو سمجھوں گی کہ آپ نے مجھ پر احسان کیا۔ کیونکہ اس صورت میں وہ سزا جس کی میں عاقبت میں مستوجب تھی یہیں مل جائے گی۔ زندگی اب میرے لئے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔ میں اپنی ہی نظروں میں اتنی حقیر و ذلیل ہو گئی ہوں۔ کہ کسی کی نفرت کا احتمال نہیں۔ میں نے جو کچھ کیا وہ ایک مجنونانہ فعل تھا۔ مگر اب میں اس کے اثر کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ اب میرا ذہن نتیجہ کو دیکھنے اور سمجھنے کے قابل ہو گیا ہے جس طرح میرے دور اُفتادہ وطن میں ندی کے شفاف گہرے پانی کے اندر خوفناک دریائی جانور رہتے ہیں۔ اسی طرح میری آنکھیں بھیانک اثرات دکھائی

میتے ہیں۔ میں انہیں دیکھ کر سہمی جاتی ہوں۔ نہیں معلوم بعد مرگ میرے گناہوں کی کیا سزا ہوگی۔ بہرحال اس کا کچھ حصہ ابھی سے مل رہا ہے۔ اور اگر یہ سچ ہے کہ انسان کے اعمال بد کی سزا اس عالم میں شروع ہو جاتی ہے۔ تو یقین فرمائیے۔ کہ میری حالت میں ایسا ہو چکا ہے۔ آپ نیک دل مہربان اور فیاض ہیں۔ کیا یہ حالات جان کر بھی مجھ بدنصیب کو معافی اور درگذر سے محروم رکھیں گے؟"

اس کے لہجہ میں ایک عجیب سوز ایک ناقابل بیان درد و اذیت تھا۔ نگاہ دلی رنج و ندامت کی مظہر تھی اور پشیمانی کی آگ جو اس کے سینہ میں جل رہی تھی۔ اس کی چمک موتی سیاہ آنکھوں کی راہ سے خارج ہونے کی کوشش کرتی تھی۔ اس کے انداز سے پایا جاتا تھا۔ کہ گنہگار روحوں کی طرح عذاب دوزخ کی صعوبتیں اٹھا رہی ہے۔ اس کا انفعال برق رخشاں اور آتش سوزاں کا درجہ رکھتا تھا

کوچن اور کرسٹینل نے یہ حالت دیکھی۔ تو پہلے خوف پھر نفرت ہوئی۔ ایسی نفرت جو کسی گھناؤنے مرض سے ہلاکت پائے ہوئے جسم کی لاش سے ہوسکتی ہے۔ آخر کار مہارانی اپنی جگہ سے اٹھی۔ اب اس کے رخسار آتش رنگ پر سنگ مرمر کی سپیدی چھائی ہوئی تھی۔ مگر چہرہ پر سختی، سنجیدگی اور استقلال نمودار تھا۔

"سگونہ" اس نے پرجوش لہجہ میں کہا "تم کو معاف کرنا ناممکن بالکل ناممکن ہے۔ کہتے ہیں نیکی کی طرح گناہ کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ لیکن میرا خیال ہے۔ کہ تم سے زیادہ گنہگار انسان روئے زمین پر نہ ہوا اور نہ ہوگا۔ میری نظروں میں تو اس مہلک سانپ سے بھی خوفناک اور قابل نفرت ہے۔ جسے کچھ مدت پہلے تو نے میری ہلاکت کے لئے بستر میں چھپایا تھا۔"

"مہارانی آپ جتنی ملامت کریں۔ روا ہے۔" سگونہ نے آہستہ سے کہا "میں خطاوار ہوں اور خطاوار کے پاس التجائے رحم کے سوا اور کیا جواب ہوسکتا ہے؟ میں جانتی ہوں بے ہوشی کی حالت میں میں نے سب خطائیں آپ پر ظاہر کر دی تھیں۔ مگر اجازت دیجئے کہ ہوش و بیداری میں اب سارے حالات مفصل بیان کروں۔ پھر ماضی کا سب حال کہتے ہوئے میں اس جنون کا تفصیل بیان کرنے کو بے قرار ہوں جس نے مجھے ان جرموں اور گناہوں کے ارتکاب پر مجبور کیا اس اقرار جرم کے بغیر میرے دل کو تسکین نہ ہوگی۔ سب حال سن کر آپ فقط ایک لفظ کہئے۔ یعنی معافی کا۔ کیونکہ مجھے اس کی اتنی ہی ضرورت ہے جیسے کسی تشنہ مسافر کو پانی کی۔ آپ کے منہ سے یہ لفظ سنے بغیر میں آپ کے قدم نہ چھوڑوں گی۔"

"مگر کیا میں پہلے ہی سب حالات سے واقف نہیں ہوں؟" مہارانی نے کہا "آخر کونسی نئی

بات ہے۔ جو تم اب بیان کرنا چاہتی ہو؟ افسوس تم کو معلوم نہیں کہ میں تمہاری صورت سے کتنی بیزار اور متنفر ہوں۔۔۔"

"ایسا ہونا قدرتی ہے" سگونہ نے جس کے لہجے سے یاس و حسرت ظاہر ہوتی تھی کہا۔ "مگر کیا گنہگار کے لئے معافی کا کوئی امکان نہیں؟ کیا ندامت کا پسینہ اس کے داغ گناہ کو دھونے کے لئے کافی نہیں ہوتا؟"

"پھر بتا تو کیا چاہتی ہے؟" اندرا نے یکایک فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔

"آہ! آپ کو معلوم نہیں کہ بدی کی راہ میں مجھے کتنی زبردست ترغیب دی گئی تھی" خادمہ نے بیان کیا۔ "میں اس مجنونانہ محبت کا ذکر نہ کروں گی۔ جو محض کسی کے گناہ عظیم پر اکسانے کا ذریعہ بنی۔ نہیں میں اتنا ہی بیان کرنا چاہتی ہوں کہ کس طرح میں اس بدکردار عورت کی باتیں سننے پر مجبور ہوئی جو انسان کے بھیس میں مجسم شیطان ہے۔ اور جس کا غلط نام میڈم انجلیکا مشہور ہے۔"

اس کے بعد سگونہ نے ان واقعات کی تفصیل بیان کی۔ جو اس کے اور فرانسیسی عورت کے درمیان پیش آئے تھے۔ مگر جن کا اعادہ اس لئے غیر ضروری ہوگا۔ کہ ناظرین پہلے ہی ان سے واقف ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ وہ میڈم انجلیکا ہی تھی جس نے سگونہ کو مہارانی کی جان لینے پر اکسایا تھا۔ اور اس کے ایما پر اندرا ڈیوک آف مارچ مونٹ کو فقرادک بینڈلس دیکھنے گئی تھی۔ مہارانی کو ان واقعات سے کسی طرح کی حیرت نہ پیدا ہوئی کیونکہ ان کا بیشتر حصہ سگونہ ہذیان میں ظاہر کر چکی تھی۔ مگر کرسچن اور کرسٹینا کو قدم قدم پر حیرت زدہ ہونا پڑتا تھا جس طرح کہ کسی پیشہ ور قاتل کی داستان قتل سن کر ہیبت ہوتی ہے۔ اس طرح سگونہ کی داستان سن کر بیچاری کرسٹینا سہمی ہوئی بھائی کے گلے لگ گئی۔ اور اندرا کے پرجلال چہرہ پر بھی ایسی سرد مہری اور سختی کا اظہار ہوا جو اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا۔

سگونہ نے اپنی داستان غمناک لہجہ میں بیان کی۔ ابتدا میں اس کی آواز مدھم اور الم خیز تھی مگر رفتہ رفتہ اس کے جوش نے ترقی کی۔ بار بار رحم کی درخواست کرتے ہوئے وہ اپنے افعال پر دردناک لفظوں میں ندامت ظاہر کرتی تھی۔

سارا حال بیان کرنے کے بعد اس نے اسی پرجوش لہجہ میں کہا۔ "مہارانی جو کچھ میں نے عرض کیا وہ حرف بحرف سچ ہے۔ درحقیقت اس شیطان سیرت فرانسیسی عورت نے ہی مجھے بہکایا تھا اور میری کمزوریاں معلوم کر کے ان سے ناجائز فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ میں مہارانی

جانتی۔ اس کا صحیح مقصد کیا تھا۔ شاید اس بارہ میں آپ کو میری نسبت زیادہ واقفیت ہو۔ بہرحال اس بدکردار عورت کو ضرور سزا ملنی چاہیئے۔ وہ ان قابل نفرت ہستیوں میں شامل ہے۔ جن کے ذریعہ سے شیطان انسانوں کو نیکی کی راہ سے ورغلاتا ہے۔ سانپ کے متعلق جو حالات میرا نے عرض کئے ہیں۔ وہ بظاہر قابل یقین نظر نہیں آتے مگر بالکل صحیح ہیں۔ ان تفصیلوں کو یاد کرکے بدن میں لرزہ ہوتا ہے۔ آپ کو وہ دن یاد ہوگا۔ جب مجھے اور مس ایشٹن کو وہ پرفضا باغ دکھانے لے گئی تھیں۔ جہاں عجیب و غریب پرندے اور حیوان رکھے جاتے ہیں۔ وہیں سے میں نے سانپ حاصل کیا تھا۔۔ مگر ٹھیر یئے میں بتاتی ہوں۔ اسے بنگلہ تک کس طرح لائی تھی۔ میں ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ اس بیان کا ایک ایک لفظ صحیح ہے۔"

اس کے لہجہ میں غیر معمولی جوش پایا جاتا تھا۔ اس وقت دماغی پریشانی اور مبتذل ذہنی حالت میں وہ سمجھتی تھی۔ کہ ان تفصیلوں کے ذریعہ میں اپنے گناہوں کی تلافی کررہی ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ ہر بات کو مفصل بیان کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ اس خیال سے اس نے بڑے پرجوش لہجہ میں کہا "ٹھیرئیے میں دکھاتی ہوں۔ کہ اس خوفناک سانپ کو کس طرح یہاں تک لائی تھی"

اتنا کہہ کر وہ تیز چلتی کمرہ سے باہر گئی۔ اس کی حالت دیکھکر کرسٹینا کو بہت خوف ہوا سہمی ہوئی آواز سے کہنے لگی "خدا معلوم کہاں جارہی ہے۔ کہیں پاگل تو نہیں ہوگئی"

ایکبار مہارانی کے جی میں آئی۔ کہ سگونہ کو بنگلہ کے کسی حصہ میں جانے سے روک دے مگر کچھ سوچکر اس نے کہا۔ "چلو جس طرح چاہتی ہے۔ کرنے دو۔ جتنا مفصل بیان دے گی اسی قدر ہمارے لئے مفید ہے۔ کیونکہ ایک بات کے سلسلہ میں دوسری ظاہر ہوجاتی ہے۔ ہمیں چپ چاپ دیکھتے رہنا چاہیئے۔"

"اف! اس عورت کی زبانی کیسے کیسے ہولناک حالات معلوم ہوئے ہیں۔" کرسٹینا نے کانپتے ہوئے کہا۔ "اور گو اکثر حالتوں میں اس نے انہی باتوں کی تفصیل بیان کی ہے جو پیشتر ہم کو معلوم تھیں۔۔۔"

"بیشک" مہارانی نے بہن بھائی کی طرف از راہ شفقت سے دیکھ کر کہا۔ "ایسے حالات سن کر خوف ہونا قدرتی ہے۔۔۔"

اس وقت سگونہ دوبارہ کمرہ میں آئی۔ اب اس کے ہاتھ میں وہی چمڑے کی بنی ہوئی تھیلی تھی۔ جس میں چڑیا خانہ سے سانپ رکھ کر لائی تھی۔ یہ تھیلی ہندوستان کی بنی ہوئی اور جیسا ہم نے

بیشتر کھا چلے۔ اتنی بڑی تھی کہ ایک چھوٹا خرگوش اس میں بآسانی سما سکتا تھا۔ دہانہ پر ایک ڈھکنا لگا ہوا تھا جسے بٹن کے ذریعہ بند کیا جا سکتا تھا۔ سگونہ اس تھیلی کو اپنے گھر سے لائی تھی۔

"دیکھئے" اس نے تھیلی مہارانی کو پیش کرتے ہوئے کہا "یہی وہ بیگ ہے۔ جس میں میں اس سانپ کو بند کر کے لائی تھی۔"

اس نے اسی پُرجوش لہجہ میں سانپ کو پکڑنے اُسے تھیلی میں ڈالنے اور مہارانی کے بستر پر چھوڑنے کے مفصل حالات بیان کئے۔ بہن بھائی اس تفصیل کو سُن کر اس طرح کانپ رہے تھے۔ گویا سارے واقعات ان کے سامنے ہو رہے ہیں۔ مہارانی اندرا بڑی مستقل مزاج عورت تھی۔ مگر اس بیان سے اس کے بدن میں بھی لرزہ پیدا ہو گیا۔ اور اس نے تہ دل سے پرماتما کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے مجھے ایسی ہولناک موت سے بچایا۔

"یہی، وہ بیگ ہے" سگونہ نے غیر معمولی جوش کے ساتھ وہ چرمی تھیلی دکھاتے ہوئے کہا جس میں میں اس خوفناک سانپ کو بند کر کے لائی تھی کاش وہ اس وقت میرے بازو سے لپٹ کر میرا ہاتھ ڈس لیتا۔ کہ آج ایسی ندامت کا سامنا نہ ہوتا۔ آہ! میں کیسی بدنصیب ہوں کہ اس قدر مجنونانہ فعل کیا۔ مگر میں سچ کہتی ہوں۔ اب مجھے اپنی زندگی سے نفرت ہو چکی ہے۔ میں اپنی ناپاک ہستی کو اتنا ہیچ سمجھتی ہوں۔ کہ اگر تھیلی میں اب بھی سانپ موجود ہوتا۔ تو میں اس میں فوراً ہاتھ ڈال دیتی۔۔۔ ہاں اس طرح ہاتھ ڈال دیتی۔ اور اگر سانپ چپ رہتا تو میں اسے چھیڑ کر جگاتی۔ میں اسے ڈسنے پر اکساتی۔ اور شکر گذار ہوتی۔ کہ اس نے میرے لئے ذریعہ ہلاکت پیدا کر دیا۔"

سگونہ نے یہ الفاظ غیر معمولی جوش کے لہجہ میں کہے تھے۔ اور انہیں کہتے ہوئے اس نے تھیلی کا ڈھکنا اٹھا کر اس میں ہاتھ ڈال دیا۔ یہ محض ایک نمائشی فعل نہ تھا۔ بلکہ ایک ایسے شخص کی بے اختیارانہ حرکت تھی جس کے دماغ میں خلل واقع ہو گیا ہو۔ چنانچہ سانپ کو جگانے اور اس سے اپنا ہاتھ ڈسوانے کے الفاظ کہتے ہوئے اس نے اپنے ہاتھ کو تھیلی کے اندر زور زور سے ہلایا۔ گویا سچ مچ سوئے ہوئے سانپ کو جگا رہی ہے۔ مگر دفعتاً اس کے خوشنما ارغوانی ہونٹ جدا ہو کر موتیوں کے ایسے سپید دانت چمکنے لگے نتھنے پھول گئے۔ آنکھیں شعلہ بار ہوئیں۔ کرشن اور کرسٹینا نے یہ حالت دیکھی تو سمجھا۔ شاید دیوانی ہو گئی ہے۔ قریب تھا۔ کہ مہارانی اُسے چپ رہنے کا حکم دے۔

مگر سگونہ نے یکایک تھیلی سے ہاتھ کھینچا اور تھیلی فرش زمین پر گر پڑی۔ ایک لمحہ کے لئے اس نے

ہاتھ کی پشت کو بغور دیکھا۔ پھر اس طرح لڑکھڑائی۔ گویا فرش پر گرا چاہتی ہے۔ اس کے بعد منہ سے نعرہ مسرت بلند ہوا۔

"آہ! میں سمجھ گئی!" اس نے بے بسی سے فرش زمین پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "شکر ہے فرشتہ اجل مجھے لینے کے لئے آ گیا۔ مہارانی جی میں نے آپ کے حق میں جو برائیاں کی تھیں۔ آج ان سب کی سزا مل گئی۔ میں قریب المرگ ہوں۔ سانپ کا زہر میرے بدن میں سرائت کر رہا ہے۔ پرماتما کے لئے اس تھیلی کو نہ چھیڑیئے۔ اسے فوراً جلوا دیجئے۔ پھکوا دیجئے۔ اس میں زہر ہے۔ معلوم ہوتا ہے سانپ کی کچلی اس کے اندر رہ گئی تھی۔ ..."

مہارانی۔ کرسچن اور کرسٹینا کے دلوں میں ایک عجیب روشنی پیدا ہوئی۔ سگونہ کے لفظوں کا مطلب صاف تھا۔ انہیں سنتے ہی تینوں کے منہ سے خوف کی چیخ نکلی۔ اور وہ اس کی مدد کے لئے دوڑے۔ اندرانے سگونہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ واقعی اس کی پشت پر ایک ہلکی خراش۔ بہت ہلکی موجود تھی۔ اور اس میں سے ذرا ذرا خون نکل رہا تھا۔

"ہائے اس کو بچانے کے لئے کیا تجویز کی جائے!" کرسٹینا اور اس کے بھائی نے ہم آواز ہو کر کہا۔

"افسوس۔ کوئی دنیاوی طاقت اب اسے بچا نہیں سکتی۔" مہارانی نے افسردگی سے کہا۔ "اس کی ہلاکت یقینی ہے۔ سگونہ۔ سگونہ اگر تو زندہ رہتی تو میں تیری خطائیں ہرگز معاف نہ کرتی۔ مگر اب کہ تو موت کے دروازہ پر کھڑی ہے۔ میں تجھ کو معاف کرتی ہوں ..."

مرنے والی کے چہرہ پر خوشی کی غیر معمولی چمک پیدا ہوئی۔ دوسرے ہاتھ سے مہارانی کا ہاتھ پکڑا اور ازراہ شکر گذاری سے اسکو بوسہ دیا۔

"نیک دل مہارانی پرماتما آپ کو برکت دے۔ اور آپ دائمی خوشی کی زندگی بسر کریں۔" بدنصیب خادمہ نے پہلے سے مدھم آواز میں کہا۔ "سروسنت مجھ بدنصیب کے مجنونانہ فعل سے آپ کے ارمان خطرہ میں ہیں۔ مگر وہ کارساز حقیقی ضرور ایسے اسباب پیدا کرے گا۔ کہ دودھ اور پانی الگ ہو جائیں گے۔ آپ نیک ہیں اور نیکوں پر کبھی قہر الٰہی نازل نہیں ہوتا۔ آپ کے لفظوں نے میرے تن مردہ میں نئی جان ڈال دی ہے۔ آپ سے معافی حاصل کرنے کے بعد میں خوشی سے جان دینا منظور کرتی ہوں۔ زہر میری رگوں میں سرائت کر چکا ہے۔ میں اس کے اثر کو اچھی طرح محسوس کرتی ہوں۔ میری آنکھوں کے سامنے دھندلا چھا رہا ہے۔ کسی طرح مجھ کو صوفے پر لٹا دو۔"

کر مرنے والی کی درخواست پوری کی گئی۔ ایک بار پھر اس نے مہارانی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر منہ سے لگایا۔ ان لبوں سے جن کی ارغوانی رنگت اب زردی میں بدلی جا رہی تھی۔ ان آنکھوں سے جن کا نور ابھی سے زائل ہو چکا تھا۔

"سگونہ دم آخر میں ایشور کو یاد کر" مہارانی نے اس کے پہلو میں دوزانو ہو کر کہا۔ اور خود بھی اس کی مغفرت کے لئے دعا کرنے لگی۔

بہن بھائی ناقابل بیان خوف کی حالت میں اس ہولناک منظر کو دیکھ رہے تھے۔ کرسٹینا بھائی سے اس طرح چمٹی ہوئی تھی۔ گویا اس کا سہارا لئے بغیر کھڑی نہیں ہو سکتی۔ تھوڑی دیر سگونہ بھی مہارانی کے ساتھ ساتھ دعا کرتی رہی۔ مگر اس کی آواز رفتہ رفتہ مدھم ہوتی جا رہی تھی حتےٰ کہ آخر کار بالکل بند ہو گئی۔

حسین و گنہگار سگونہ اپنے افعال کی جواب دہی کے لئے قادر مطلق کے دربار میں پہنچ چکی تھی!

باب ۔۔ ۱۴

میڈم انجلیک کی جرأت

اس کے دوسرے دن شام کا وقت تھا کہ سر فریڈرک مینہم گھوڑے پر سوار اپنے عالی شان محل واقع بلیم ہل سے روانہ ہوا۔ حسین و جمیل انسٹیشیا کے متعلق اب اس کے سارے شکوک رفع ہو گئے تھے فی الحقیقت ان رنجیدہ واقعات نے جن کا ذکر پیشتر ہو چکا ہے۔ فریقین میں پہلے سے سوگنا زیادہ محبت پیدا کر دی تھی۔ سر فریڈرک ہر وقت اپنے آپ کو اس خطا کے لئے ملامت کیا کرتا تھا۔ کہ میں نے بے وجہ اپنی نیک و پاک بی بی کی عصمت پر شک کیا۔ اور اس کی یاد انسٹیشیا کے دل سے محو کرنے کے لئے ہمیشہ اس کی خدمت گذاری کے لئے تیار رہتا۔ دوسری جانب انسٹیشیا کے دل پر بھی شوہر کے اس بدلے ہوئے رویہ کا کم اثر نہیں ہوا۔ وہ جانتی تھی کہ سر فریڈرک طبعاً فیاض اور رحمدل ہے۔ ایک مدت تک یہ خوبیاں سرد مہری کے پردہ میں چھپی ہوئی تھیں۔ مگر جب شک و بدگمانی کے پنجہ تیز نے اس پردہ کو چاک کر دیا تو پھر محبت کا سورج پوری ضیا و تابش سے چمکنے لگا۔ جیسا بیان کیا جا چکا ہے۔ وہ بڑی نیکدل۔ شریف اور بے غرض عورت تھی۔ بغیر

بھی وقار نسوانی شوہر کی ان اداؤں کو بہت پسند کرتا تھا۔ مختصر یہ کہ میاں بی بی میں وہ بھی محبت وہ خانگی راحت وہ اعتماد کامل پیدا ہو چکا تھا جسے ان تعلقات کی جان سمجھا جاتا ہے۔ اور گو سر فریڈرک اس حادثہ فاجعہ کی یاد کو دل سے محو نہ کر سکتا تھا جس کی بدولت اسے انسٹیشیا کے خلاف بدگمانی ہوئی۔ تاہم وہ خوش تھا کہ اس ذریعہ سے ہماری زندگی میں ایسا انقلاب پیدا ہو گیا جو ہر لحاظ سے قابل رشک اور لطف انگیز تھا۔

اکتوبر کا مہینہ تھا۔ اور آخری خزاں کی دلچسپیاں مردہ طبیعتوں کے لئے سامان انبساط پیدا کر رہی تھیں۔ سرد شمالی ہواؤں کے دست تظلم نے ابھی تک درختوں کو ان کے سبز پیرہن سے سبکدوش نہ کیا تھا۔ اور صاف ہوا کی فرحت بخش تازگی موسم گل کی یاد تازہ کرتی تھی۔ سر فریڈرک اور لیڈی انسٹیشیا نے اس روز معمول سے پہلے کھانا کھایا۔ کیونکہ خاتون موصوف کو اپنی مادر محترم کی مزاج پرسی کے لئے جانا تھا جس کا سلسلہ علالت ابھی تک قائم چلا جاتا تھا۔ اور سر فریڈرک تنہا وقت گذارنے کی بجائے زین سواری کا ارادہ کر چکے تھے۔ کسی وجہ سے ان کا سائیس ساتھ نہ تھا۔ اور محض اتفاقاً ان کا رخ برکسٹن ہل کی طرف ہو گیا۔ جہاں میڈم اینجلیک ان دنوں فرصت و تنہائی کی زندگی بسر کیا کرتی تھی۔

اپنے خوشنما اور آراستہ بنگلہ میں عیار فرانسیسی عورت شراب کی بوتل سامنے رکھے بیٹھی ہوئی تھی۔ مگر چہرہ پر اضطراب اور بے چینی کے آثار نمودار تھے۔ ہر شخص دیکھ سکتا تھا کہ بزازہ کی مصروفیتیں چھوڑ کر خلوت تنہائی میں روپوش ہونے پر بھی اس کے دل کو سکون و اطمینان حاصل نہیں ہوا۔ اتنے میں کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا جس کے تھوڑی دیر بعد وہ حسین خادمہ جس کا ذکر پیشتر آ چکا ہے۔ غصہ اور نفرت سے منہ پھلائے داخل ہوئی۔ اور مسٹر شینڈ بولٹ کے آنے کی خبر دی۔ چونکہ حضرت نے پہلے کی طرح آج پھر چھیڑا تھا۔ اس لئے قہر مجسم بنی ہوئی تھی۔ شینڈ بولٹ کو جب سے میڈم اینجلیک کی صورت میں کان زر ہاتھ آئی وہ عمدہ سے عمدہ کھانا کھاتا اور بہترین شراب پیا کرتا تھا۔ اب بھی کمرہ میں داخل ہوا تو مستوں کی طرح جھوم رہا تھا۔

آتے ہی بڑے اطمینان سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور اپنے لئے شراب کا گلاس پُر کر کے کہنے لگا۔ "فرمائیے نئی خبر کیا ہے؟"

"حیران ہوں ڈیوک اب تک واپس نہیں آئے۔" میڈم اینجلیک نے اس انداز سے کہا۔ گویا اپنے دل سے باتیں کر رہی ہے۔

دوسرے کرہ میں جا کر مہارانی کے بیش قیمت زیوروں کو ٹھیک ٹھاک کرنے لگی۔

سگونہ نے یہ موقعہ غنیمت سمجھا۔ وہ اب تک اسی چارپائی پر بظاہر بیہوش پڑی تھی۔ اور نرس کو اس کی بیداری کا گمان تک نہ تھا۔ کہتے ہیں بعض جانور شکاریکڑنے کے لئے موت کا بہانہ کرتے ہیں۔ یہی حالت رفا باز ہندوستانی خادمہ کی تھی۔ کسی خوفناک زہریلے سانپ کی طرح اپنے آپ کو بے جان ظاہر کرتے ہوئے وہ دل ہی دل میں کئی طرح کے خونناک منصوبے باندھ رہی تھی۔

نرس کمرہ کی چیزوں کو جگہ جگہ پر رکھ رہی تھی۔ کہ اتنے میں بارہ بج گئے۔ مریضہ کو کھانا دینے کا وقت ہو گیا تھا۔ عام طور پر وہ مہارانی یا کرسٹیا کو کمرہ میں چھوڑ کر باہر جاتی تھی۔ مگر آج ایک باہر گئی ہوئی۔ اور دوسری کسی کام میں مصروف تھی۔ اس لئے عام قاعدہ کی خلاف ورزی پر آمادہ ہو گئی۔ اس کے نزدیک سگونہ اب تک بیہوش تھی۔ سوچا اگر جلدی سے کھانا لے آؤں تو کیا حرج ہے؟ پس مریضہ کو تنہا چھوڑ کر باہر چلی گئی۔

اس کے جانے پر سگونہ نے تھوڑا انتظار کیا۔ اس بات کا یقین کرنا ضروری تھا۔ کہ آس پاس کوئی ہے تو نہیں۔ جب دیکھا کہ نرس نے اپنی بجا کسی کو نہیں بھیجا۔ جھٹ چارپائی سے اٹھی۔ دروازہ کھولا۔ اور آواز سننے لگی۔ کمرہ کے باہر اور پرے کے زینہ پر ہر طرف خاموشی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ کرسٹینا مہارانی کے کمرہ میں گئی ہوئی ہے۔ پس تیز چلتی اس کے کمرہ کی طرف گئی اس جگہ پوشاک کی متفرق چیزیں پڑی ہوئی تھیں۔ سگونہ نے شال۔ ٹوپی اور دوسرے کپڑے اٹھا لئے۔ اور اسی تیزی رفتار سے اپنے کمرہ میں واپس چلی گئی۔ سارا کام اتنی جلدی ہوا کہ کسی نے اس کو جاتے آتے نہیں دیکھا۔ واپس آکر کپڑوں کو ایک الماری میں ٹھونس دیا۔ اور خود دوبارہ لیٹی ہی تھی۔ کہ نرس داخل ہوئی۔

اس غریب کو کیا خبر کہ میری غیر حاضری میں کیا کارروائی ہوئی ہے حسب معمول سگونہ کو تکیے سے لگا رہی تھی۔ اور خادمہ آنکھیں بند کئے انہیں اس طرح کھا رہی تھی جیسے بچے بے خبری کی حالت میں کھاتا ہے۔ کہ اتنے میں کرسٹینا ایشٹن داخل ہوئی۔ اس نے ایک نظر دیکھا کہ سب انتظام ٹھیک ہے۔ پس دوبارہ مہارانی کے کمرہ میں جا کر زیوروں کی ترتیب میں مشغول ہو گئی اس اثنا میں سگونہ آخری کوشش کا ارادہ مضبوط کر رہی تھی۔ اس کی تجویز کا سب سے خطرناک حصہ اب پیش آنے والا تھا۔

سگونہ کو کھانا کھلانے کے بعد نرس ایک طرف بیٹھی ہوئی کسی ناول کی ورق گردانی کر رہی

تھی۔ وہ کھڑکی کی طرف منہ اور سگونہ کی طرف پیٹھ کئے بیٹھی تھی۔ دفعتاً سگونہ نے چارپائی سے اٹھ کر اپنی چادر اس کے منہ پر ڈال دی۔ ساتھ ہی دبی ہوئی پرجوش آواز سے کہا "خبردار اگر چیخنے چلانے کی کوشش کی۔ تو فوراً گلا گھونٹ دوں گی۔"

نرس مارے خوف کے بیہوش ہو گئی۔ سگونہ نے اس کے چہرہ کو بغور دیکھا۔ اور اس بات کا یقین کرنے کے بعد کہ غش کر گئی ہے۔ اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیا۔ اور چادر اتار لی۔ لیکن نگاہ برابر اس کے چہرہ پر لگی ہوئی تھی۔ کہ اس نے ذرا حرکت کی۔ اور اس نے اس کا گلا دبایا۔ ہر طرح مطمئن ہو کر اس نے وہ کپڑے جنہیں کرسٹینا کے کمرہ سے اٹھا لائی تھی۔ جلد جلد پہنے۔ نرس اب تک بیہوش اور بے حرکت پڑی تھی۔

اتنی کامیابی حاصل کرنے پر سگونہ کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا کیونکہ خطرہ کا امکان ساتھ تھا۔ نہ معلوم کب مس اسٹیٹن کمرہ میں آجائے۔ یا زینہ پر ہی جا ملے۔ لیکن سگونہ ہر طرح کے مقابلہ کے لئے تیار تھی۔ اور ساندیشوں کے باوجود اس تجویز سے جو اس نے سوچ رکھی تھی۔ دست بردار نہ ہو سکتی تھی۔ آخر جب دیکھا کہ نرس کو ہوش آنے لگا ہے۔ تو جھٹ دروازہ کھول کر پہلے آواز سننے کی کوشش کی پھر تیز تیز چلتی ہوئی باہر نکلی۔ کرسٹینا کے کمرہ سے جو ٹوپی اٹھا کر لائی تھی۔ اس میں نیلے رنگ کی نقاب لگی ہوئی تھی۔ اسے منہ پر ڈال لیا۔ اور زینہ سے اتر کر ڈیوڑھی میں پہنچی۔ عین اس وقت ایک اور خادمہ سامنے سے آرہی تھی۔ سگونہ تیزی رفتار سے باہر کی طرف چلی جس سے دوسری خادمہ کو جو اسے مس اسٹیٹن سمجھتی تھی سخت تعجب ہوا۔ لیکن سگونہ فوراً باہر نکل گئی۔ اور اس کے ایک لمحہ بعد باہر کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی۔

آزادی کی ہوا کیسی خوشگوار ہوتی ہے! سگونہ اب ہر طرح آزاد تھی۔ باغ کی روشوں پر تیز چلتی ہوئی وہ بڑے پھاٹک پر پہنچی۔ اور شاہراہ کی طرف ہولی۔ ایک بار پیچھے مڑ کر دیکھا۔ مگر کوئی تعاقب کرنے والا نہیں تھا۔ اسکا حملہ بھگیا اور خوشی سے دل بلیوں اچھلنے لگا۔

سڑک پر پہنچ کر تیزی رفتار سے چلنے لگی پہلے خیال آیا۔ گاڑی لے لوں۔ مگر نقدی پاس نہ تھی۔ اور انگلستان میں رہتے ہوئے اس بات کا خاطر خواہ تجربہ ہو چکا تھا۔ کہ اس ملک میں روپیہ ہی سب کچھ ہے۔ روپیہ کے بغیر کوئی کسی کو نہیں پوچھتا۔ تھوڑی دور گئی تھی کہ ایک سپاہی ملا۔ اور وہ اس سے باتیں کرنے کے لئے ٹھیر گئی۔

اس اثنا میں اس کے فرار کی خبر ہر طرف مشہور ہو چکی تھی۔ جس خادمہ نے اس کو بھیس بدلے

ہوئے باہر جاتے دیکھا تھا۔ اس نے یہی سمجھا کہ مس ہیٹن کسی کام کے لئے باہر گئی ہے۔ خیال آیا شاید سگونہ کی حالت زیادہ خراب ہے۔ اور کرسٹینا ڈاکٹر کو بلانے گئی ہے۔ اس خیال سے کہ شاید اس کو کسی امداد کی ضرورت ہو۔ وہ سیدھی اس کمرہ میں گئی جہاں سگونہ لیٹی رہا کرتی تھی۔ مگر آپ اس کی حیرت کا اندازہ کر سکتے ہیں جب اس نے دیکھا کہ سگونہ غائب۔ اور نرس زمین پر پڑی مشکل سے سانس لے رہی ہے۔ اس نے فوراً منہ میں پانی ڈالا۔ اور کسی مددگار کو بلانے کے لئے زور سے گھنٹی بجائی۔ آواز سنتے ہی کرسٹینا پہنچ گئی۔ خادمہ کو اسے دیکھ کر حیرت ہوئی۔ اور اس کے بعد دونوں میں جو باتیں ہوئیں۔ اس کا اندازہ ناظرین خود کر سکتے ہیں۔ کرسٹینا اپنے کمرہ میں گئی۔ تو سب راز ظاہر ہو گیا۔ اس کے کئی کپڑے گم تھے۔ معلوم ہوا۔ کہ سگونہ انہیں کو پہن کر بھاگی ہے
داروغہ مارک کو مفرور عورت کی تلاش میں بھیجا گیا۔ اور اس نے باغ کا کونا کونا کھوند ڈالا۔ مگر سگونہ نہ ملی۔ کرسٹینا بار بار اپنے آپ کو ملامت کرتی تھی کہ مہارانی کے بعد میں نے کیوں سگونہ کی نگرانی نہ کی۔ اس خیال سے کہ شاید نرس کا بھی اس سازش میں حصہ ہے اس کو برا بھلا کہا کیونکہ اس کا تو گمان تک نہ ہو سکتا تھا۔ کہ سگونہ آپ جا کر میرے کپڑے اٹھا لائی ہے۔ مگر نرس نے بے گناہی ظاہر کی۔ اس نے سگونہ کو تنہا چھوڑ کر اس کے لئے کھانا لانے اور بعد ازاں سگونہ کے اس پر دفعتاً حملہ کرنے کا حال بیان کیا جس حالت زار میں وہ فرش زمین پر پائی گئی تھی۔ اس سے بھی اس کے بیان کی تصدیق ہوئی۔ آخر جب کرسٹینا کو یقین ہو گیا۔ کہ اس نے غش کا بہانہ نہیں کیا تھا۔ تو اسکو سخت ملال ہوا کہ میں نے ناحق اسکو ملامت کی۔ نرس نے اقرار کیا تھا کہ میں دس منٹ کے لئے سگونہ کو تنہا چھوڑ کر کھانا لانے گئی تھی۔ دلپس معلوم ہوا۔ کہ اس عرصہ میں وہ خود ہی جا کر کرسٹینا کے کپڑے اٹھا لائی ہوگی۔ اور اب یہ بھی ظاہر ہو گیا۔ کہ سگونہ نہ معلوم کب سے بے حسی کا بہانہ کر رہی تھی۔ کیونکہ یہ تو غیر ممکن تھا۔ کہ اس کو دفعتاً ہوش آیا۔ اور ہوش میں آتے ہی اس نے سوچے سمجھے بغیر یہ سب کام کئے۔ اتنے میں داروغہ مارک سگونہ کی تلاش سے بے سود واپس آ گیا تھا۔ کرسٹینا نے اسکو فوراً کی خبر دے کر مہارانی کے پاس بھیجا۔

جیسا بیان کیا گیا ہے۔ اندرا اسابیلا وسنسنٹ سے ملنے گئی ہوئی تھی۔ یہ خبر ملتے ہی فوراً واپس آ گئی۔ اور آتے ہی اس کی اطلاع ماڈیرسٹرٹ کیونڈش سکوئر میں مسٹر میڈکلف کو بھیجدی۔

ہم نے سگونہ کو ایک افسر پولیس سے باتیں کرتے ہوئے چھوڑا تھا۔

وہ اس سے کہنے لگی "صاحب آپ محکمہ پولیس سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور میرے خیال میں قانون وانصاف کی حمایت کرنا آپ کا فرض ہے۔"

افسر مذکور نے یہ بات تسلیم کی۔ مگر اُسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ عورت جس نے انگریزی وضع پہنا ہوا تھا۔ کسی غیر ملک کی رہنے والی معلوم ہوتی تھی۔ نقاب کی راہ سے چہرہ نظر آیا۔ تو حسن ملیح کا نہایت دلکش نمونہ تھا۔ حیران ہوا کہ یہ کس معاملہ میں قانون وانصاف کی امداد چاہتی ہے۔

"میں آپ کو ایک مفرور ملزم کی خبر دینا چاہتی ہوں۔" سگونہ نے کہا "لیکن جہاں تک مجھے اس ملک کا قانون معلوم ہے۔ میرے خیال میں سارا حال کسی با اختیار مجسٹریٹ کے روبرو بیان کرنا چاہیے۔ کیا آپ مجھے اس کے پاس لے جا سکتے ہیں؟"

افسر پولیس کے دل میں پہلے خیال آیا۔ کہ اس عورت کو کسی مجسٹریٹ کے پاس لے جانے کی بجائے پاگل خانہ میں پہنچانا چاہیے۔ مگر جب اس کے چہرہ کو بغور دیکھا۔ اور اس کی سنجیدگی کو اچھی طرح محسوس کیا۔ تو عجیب کشمکش وپیچ کا سامنا ہوا۔

سوچ سوچ کر کہنے لگا۔ "کون ہے جس کے خلاف آپ مخبری کرنا چاہتی ہیں؟"

"میں سارا حال کسی مجسٹریٹ کے روبرو ہی بیان کروں گی۔" سگونہ نے جواب دیا "تب مجھے اپنے ساتھ لے چلو تو بہتر ہے۔ ورنہ اور کسی کی مدد حاصل کرنی پڑے گی۔"

"خیر آپ صاحب مجسٹریٹ کے پاس ہی جانا چاہتی ہیں۔ تو میرے ساتھ آیئے۔" شخص مذکور نے کہا۔ اور اسے ہمراہ لے کر دفتر پولیس کی طرف روانہ ہوا۔

یہاں پر سگونہ نے صاحب انسپکٹر سے بھی وہی باتیں کہیں۔ جو پیشتر بیان کی تھیں۔ انسپکٹر پولیس اُسے دوسرے کمرہ میں لے گیا۔ اور کئی طرح کے سوالات پوچھے۔ سگونہ نے سب حال تو نہیں کہا مگر جو کچھ بتایا اس کی بنا پر تھانہ دار مزید کارروائی کے لئے مجبور ہو گیا۔ فوراً کرایہ کی گاڑی طلب کی اور خادمہ کو ساتھ لے کر پولیس مجسٹریٹ کی مرکزی کوتوالی کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے سگونہ کو عدالت پولیس کے مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا۔ جو اس کو علیحدہ کمرہ میں لے گیا۔ یہاں پر ہندوستانی خاتون نے سارا حال بیان کر دیا۔ پوری کیفیت سن کر صاحب مجسٹریٹ اور تھانہ دار دونو کو سخت حیرت ہوئی۔ مگر اس کا بیان اتنا مفصل اور مکمل اور واقعہ دیرینہ ہونے کے باوجود اتنا مشہور تھا۔ نیز سگونہ کے بیان سے بعض معاملات جو اب تک پردہ راز میں تھے اتنے واضح ہو گئے کہ صاحب مجسٹریٹ کو اس کی مہیا کی ہوئی واقفیت کی بنا پر عمل کرنے کے سوا چارہ نہ رہا۔

سگوہ کو اس جگہ چھوڑ کر ہم مارٹیمر سٹریٹ کیونڈش سکوئر میں مسز میکالے کے مکان کی طرف چلتے ہیں۔ سہ پہر کے تین بجے تھے۔ اور مسز میکالے دن بھر کے کام سے فارغ ہوکر اس جوجہ مرغ کا بچا ہوا حصہ نوش کر رہی تھی جو اس نے مسٹر ریڈکلف اور کرسچن کے لئے تیار کیا تھا۔ وہ دونوں کسی کام کے لئے باہر گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ اول الذکر تو جیسا بیان کیا جا چکا ہے مسٹر کولمین وکیل سے ملنے گیا ہوا تھا۔ اور موخر الذکر سرایڈگر اور لیڈی ہیورلے سے ملاقات کرنے جو ان دنوں لندن میں ٹھیرے ہوئے تھے۔ مسز میکالے ہر طرح خوش و خرم تھی۔ اس کے مکان میں اب ایسے کرایہ دار نہ رہتے تھے۔ جن کی خست کی اسے شکایت ہو۔ فی الحقیقت گزشتہ چند مہینوں سے یا یوں کہنا چاہیئے کہ جب سے کرسچن مسٹر ریڈکلف کے ساتھ رہنے لگا تھا۔ آخر الذکر نے مکان کا وہ حصہ بھی خود ہی کرایہ پر لے لیا تھا جس میں پہلے اور لوگ رہا کرتے تھے۔ اب مسز میکالے کو نہ صرف کرایہ کی معقول آمدنی تھی۔ بلکہ مسٹر ریڈکلف اور کرسچن کے پس خوردہ میں بھی معقول حصہ مل جاتا تھا ایسی حالت میں اسے شکایت کس بات کی ہوسکتی تھی؟ آجکل تو وہ محلہ کی سب عورتوں کو جو کرایہ دار رکھتی تھیں۔ نظر حقارت سے دیکھتی تھی۔ اور مسز سلکن کے بارہ میں تو وہ اس بات سے خاص طور پر مطمئن تھی۔ کہ وہ میری خوشحالی دیکھ کر آتش حسد میں جلی جاتی ہے۔ اور یہ اس کی سابقہ گستاخیوں کا بہترین انتقام ہے۔

خیر جیسا ہم نے بیان کیا مسز میکالے ناشتہ کا بچا ہوا گوشت اور باقی چیزیں کھاتے ہوئے ریڈکلف کی بوتل سے ہی شراب کے جام چڑھاتی۔ اور ہر طرح خوش اور مطمئن بیٹھی تھی کہ یکایک کسی نے مکان کے دروازہ پر زور سے دوبار دستک دی۔ خادمہ باہر گئی تو مسز میکالے کو ایک مردانہ آواز تحکمانہ لہجہ میں یہ پوچھتے سنائی دی "کیا مسٹر ریڈکلف گھر پر ہیں؟"

"جی نہیں۔ باہر گئے ہوئے ہیں۔" خادمہ نے جواب دیا۔

"افسوس ہے میں ان سے ایک نہایت ضروری کام کے لئے ملنا چاہتا تھا۔" آنیوالے نے کہا۔ "تمہارے خیال میں کب تک آجائیں گے؟"

"صاحب میں یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتی" خادمہ نے جواب دیا۔ "اتنا معلوم ہے کہ شام کا کھانا ساڑھے پانچ بجے تیار کرنے کو کہہ گئے تھے۔ شاید مالکن کو اس بارہ میں اور زیادہ حالات معلوم ہوں۔"

اتنے میں مسز میکالے بھی ڈیوڑھی میں آگئی تھی۔ دیکھا تو نو وارد ایک دراز قامت تنومند

آدمی تھا۔ چہرہ پر بھاری گلپھے اور موٹی موٹی مونچھیں۔ اس کی صورت میں نفاست بے شک نہ تھی۔ مگر گنوار پنے کا اثر بھی مفقود تھا۔

کہنے لگی۔ "فرمائیے۔ کیا آپ کو اُن سے نہایت ضروری کام ہے؟" یہ سوال اس لئے پوچھا تھا۔ کہ ہمیشہ کرایہ داروں کے نجی معاملات کی نسبت تجسس کیا کرتی تھی۔

"ضروری ہی سمجھئے۔" نو وارد نے جواب دیا۔ "میں آج ہی ہندوستان سے آیا ہوں۔ اور میرے پاس ایک خط ہے جو مسٹر ریڈکلف کو دینا چاہتا ہوں۔ غالباً آپ کو معلوم ہوگا۔ وہ عرصہ دراز تک ہندوستان میں رہے ہیں۔"

"یہ بات میں نے بھی سنی تھی۔" مسز میکالے نے جواب دیا۔ "لیکن آپکو ایسا ہی ضروری کام ہے۔ تو میں بتاتی ہوں وہ اس وقت کہاں ملیں گے۔ قریباً ڈھائی بجے انہوں نے کرایہ کی گاڑی منگائی تھی۔ اور گو میں کسی کی نجی باتیں سننا حرام سمجھتی ہوں۔ مگر یہ اُڑتی سی آواز میرے کانوں میں پہنچی تھی۔ کہ وہ گاڑیبان کو بیڈ فورڈ رو ہولبورن میں اپنے وکیل کے مکان کا پتہ دے رہے تھے۔"

"میں اس عنایت کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں۔" اجنبی نے کہا۔ اور رخصت ہوگیا۔

واقعہ میں یہ وہی انسپکٹر پولیس تھا جس کا ذکر پیشتر آچکا ہے۔ اور جو سگونہ کو صاحب مجسٹریٹ کے پاس لے گیا تھا۔ وہی اب سادہ لباس میں مسٹر ریڈکلف کو تلاش کرنے آیا تھا۔ یہاں سے وہ سیدھا بو سٹریٹ کی کوتوالی میں گیا۔ اور اس جگہ سے ایک سپاہی اور خادمہ سگونہ کو ساتھ لیکر گاڑی میں بیڈ فورڈ رو کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے اب بھی وہی سادہ لباس پہنا ہوا تھا بلکہ گاڑی میں سوار ہونے کے بعد اس نے سپاہی کو بھی ہدایت کردی۔ کہ کھڑکی سے ہٹ کر پیچھے کو جھکے رہنا۔ کہ کوئی تمہاری وردی نہ دیکھ لے۔ گاڑی مسٹر کولمین کے دروازہ پر رکی۔ اور تھانیدار گاڑی سے اُتر کر دفتر کے اس حصہ میں گیا۔ جہاں مسٹر کولمین کے محرر کام کر رہے تھے۔ معلوم ہوا۔ مسٹر ریڈکلف وہیں ہیں اور ادھر کے کمرہ میں مسٹر کولمین سے گفتگو کر رہے ہیں۔

انسپکٹر نے گلی میں جاکر سپاہی اور سگونہ کو ساتھ لیا۔ آخر الذکر کی موجودگی مسٹر ریڈکلف کی شناخت کے لئے ضروری نہ تھی۔ مگر وہ لذت انتقام حاصل کرنے کو ساتھ چلی آئی۔ ڈرتی تھی۔ کہیں شکار ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔ اب کہ اس کی محبت۔ نفرت کی صورت اختیار کرچکی تھی۔ وہ ریڈکلف کو اچھی طرح ذلیل و خوار ہوتا۔ دیکھ کر خوش ہونا چاہتی تھی۔

تھانیدار سپاہی کو ساتھ لئے دفتر میں واپس آیا۔ تو سب لوگ پولیس کی وردی سے حیرت زدہ اور خائف ہو گئے۔ تھانیدار نے انہیں دھمکایا۔ اور کہا۔ خبردار کسی کے منہ سے آواز نہ نکلے۔ اگر تمہاری کسی حرکت سے وہ مقصد جس کے لئے ہم آئے ہیں۔ فوت ہو گیا۔ تو تمہیں اس کے لئے جوابدہ ہونا پڑے گا۔ اس کے بعد سب آدمی تصویر حیرت بنے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہے کسی کو بولنے تک کی جرات نہ ہوئی۔

دوسری منزل پر مسٹر کولمین کے کمرہ میں ڈیوک آف مارچ مونٹ مسٹر آرمیٹج کے قرضوں کا بھگتان کر رہا تھا۔ جب مسٹر کولمین نے دفعتاً آرمیٹج کی ہنڈیوں کو جعلی قرار دیا تو بدنصیب ڈیوک کے پاؤں تلے سے مٹی نکل گئی۔ اور آرمیٹج شرم و ندامت کی تصویر بن کر رہ گیا۔ مسٹر کولمین ان دونو کی طرف فاتحانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ کہ دروازہ کھلا۔ اور تھانیدار مع گونہ اور سپاہی کو ساتھ لئے داخل ہوا۔

ہندوستانی خادمہ نے مکان میں داخل ہو کر نقاب الٹ دیا تھا۔ ڈیوک نے اس کو وردی پوش سپاہی کے ساتھ اندر آتے دیکھا تو اس کے خطاوار ضمیر نے فوراً کہا۔ کہ یہ عورت مجھے اس الزام میں گرفتار کرانے آئی ہے کہ اسی کی تحریک سے مجھ پر وار ہوا تھا۔ ادھر جب آرمیٹج نے پولیس کے آدمیوں کو دیکھا۔ تو اس کے منہ سے بے اختیار ہلکی چیخ نکلی۔ اور اسے الزام جعلسازی میں اپنی گرفتاری کی فکر ہوئی۔ کولمین کی فاتحانہ مسرت کے آثار بھی حیرت میں تبدیل ہو گئے۔ اور لاعلمی کی حالت میں اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

تھانیدار نے کمرہ میں داخل ہو کر باری باری ڈیوک اور مسٹر آرمیٹج کی طرف نظر غور سے دیکھا۔ مگر جب ان میں سے کسی کی گرفتاری کا حکم نہ دیا۔ تو مارچ مونٹ اور آرمیٹج کی جان میں جان آئی۔ اور وہ اطمینان سے دم لینے لگے۔ مگر مسٹر کولمین کے اندیشے بدرجہا بڑھ گئے۔

تھانیدار کمرہ کے چاروں طرف نظر تجسس سے دیکھ رہا تھا۔ کہ ناگاہ اس کی نظر اس کمرہ کے دروازہ پر جا پڑی۔ جہاں مسٹر بیڈکلف چھپا ہوا تھا۔ اس طرف بڑھتے ہوئے اس نے کہا "معلوم ہوتا ہے اندر کوئی اور کمرہ ہے۔"

"مگر صاحب وہ میرا نجی کمرہ ہے۔" مسٹر کولمین نے رستہ روکتے ہوئے کہا۔

"کچھ بھی ہو۔ مجھے اپنا فرض ادا کرنا ہے۔" تھانیدار نے لہجہ استقلال میں جواب دیا۔ "مہربانی سے ایک طرف ہٹ جائیے۔ ورنہ سختی سے کام لینا پڑے گا۔"

کولین کا اضطراب اب حد انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ کانپتی ہوئی آواز سے کہنے لگا۔ کوتوال صاحب آپ بے جا سختی کر رہے ہیں۔ پولیس کو کسی کے پرائیوٹ کمرہ میں جانے کا اختیار نہیں ہے۔"

انسپکٹر اس کا بازو پکڑ کر بزور ایک طرف ہٹایا چاہتا تھا۔ کہ یکایک دروازہ کھل گیا اور اندر سے آواز آئی۔ "میرے دوست مزاحمت بے سود ہے۔ میں خود اپنے آپ کو حوالہ پولیس کرتا ہوں۔"

مسٹر کولین کے منہ سے ہلکی کراہٹ نکلی۔ اور وہ لڑکھڑا کر ایک طرف ہٹ گیا۔ اتنے میں ریڈکلف باہر نکل آیا۔ ڈیوک آف مارچ مونٹ جو اب تک واقعات کی رفتار سے بے خبر تصویر حیرت بنا بیٹھا تھا۔ اُسے دیکھ کر زور سے چونکا۔ اس کے چہرہ پر درد اذیت کے ناقابل بیان اثرات نمودار ہوئے۔ اس وقت اس کی ذہنی تکلیف کا یہ حال تھا۔ گویا سیکڑوں گدھ اس کے زندہ جسم کو نوچ رہے ہیں۔ اور وہ بے بس پڑا ہے۔ مسٹر آرمیٹج کو بھی اُسے دیکھ کر کچھ کم حیرت نہیں ہوئی سگونہ کی آنکھوں میں فاتحانہ مسرت کی بجلیاں چمک رہی تھیں۔ مسٹر ریڈکلف کو دیکھ کر اس نے اپنے خوشنما سر کو انداز فخر سے اونچا اٹھایا۔ اور اس کے دلفریب چہرہ پر کامیابی کی سُرخی پیدا ہو گئی۔ حاضرین میں سب سے زیادہ سکون ریڈکلف کو حاصل تھا۔ بظاہر معلوم ہوتا تھا اس نے ان تینوں کو نہیں دیکھا چہرہ سپید۔ بدن سیدھا۔ اور قدم بڑے استقلال کے ساتھ اٹھتا تھا۔ نہ اس کے چہرہ پر اضطراب ظاہر ہوا۔ نہ خوف سے آنکھ جھپکی۔ نہ لب تھرائے۔

بڑے اطمینان سے کہنے لگا۔ "صاحبو میں حاضر ہوں۔ اپنا فرض ادا کیجیے۔"

"مائی لارڈ میں آپ کو سابق ڈیوک آف مارچ مونٹ کے الزام قتل میں گرفتار کرتا ہوں۔"

تھانیدار نے کہا۔ "آپ کا نام آنریبل برٹرام ووین اور لقب امارت لارڈ کلینڈن ہے۔"

"درست ہے۔" قیدی نے متانت سے جواب دیا۔ "کولین۔ تم مہربانی سے میرے ساتھ چلو پولیس سے ہتھکڑی لگانے کی تکلیف نہ کیجیے۔ میں بلا مزاحمت آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔"

سپاہی اس لہجہ وقار سے مرعوب ہو گیا۔ اور اس نے تھانیدار کا اشارہ پاکر ہتھکڑی جیب میں ڈال لی۔

لارڈ کلینڈن۔ کیونکہ آئندہ مسٹر ریڈکلف عرف برٹرام ووین کو ہم اسی نام سے یاد کرینگے بڑے استقلال کے ساتھ افسران پولیس کے ہمراہ رخصت ہوا۔ اور چلتے وقت اس نے ڈیوک آف مارچ مونٹ یا آرمیٹج یا سگونہ کی طرف آنکھ بھر کر بھی نہیں دیکھا۔ تھانیدار اور سپاہی کے ساتھ بڑے وقار سے گاڑی میں سوار ہوا تو کولین نے کھڑکی کے پاس آکر کہا۔ "اطمینان فرمائیے۔ میں آپکے

"ڈیوک ! کونسے ڈیوک ؟" شیڈبولٹ نے پوچھا۔ "کیا مارچ مونٹ کا ذکر کرتی ہو ؟"

"ہاں انہی کا۔ کل تمہارے جانے کے بعد آئے تھے۔ مگر اس کے بعد کوئی خبر نہیں ملی۔"

"اچھا تو سنو میں بتاتا ہوں۔ وہ اپنے بلگریو سکوئر والے مکان میں بحال نزار پڑے ہیں۔"

"آہ !" میڈم ایجلیک نے پریشانی سے کہا۔ "مگر ایسا ہونا باعث حیرت نہیں۔"

"غالباً تم نے بھی سن لیا ہوگا کہ ان کے بھائی لارڈ کلینڈن کل یکایک کہیں سے آ گئے۔ اور پولیس نے آتے ہی ان کو گرفتار کر لیا۔" مسٹر شیڈبولٹ نے بیان کیا۔

"مجھے معلوم ہے۔" میڈم ایجلیک نے جواب دیا۔ "میں نے یہ خبر صبح اخبار میں پڑھی تھی۔ مگر شام کے پرچے میں" اور یہ کہتے ہوئے اس نے اخبار گلوب کے اس پرچے کی طرف دیکھا۔ جو پاس ہی ایک صوفے پر رکھا ہوا تھا۔ "عدالت بو سٹریٹ کی مفصل کارروائی درج ہو چکی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ وہی مسٹر کولین جس کا ہم کو بھی اندیشہ لگا ہوا ہے..."

"میں نے سنا ہے۔ گرفتاری اسی کے دفتر میں ہوئی تھی۔" شیڈبولٹ نے جس کا منہ کیک کے ٹکڑوں سے پُر تھا۔ بدقت بولتے ہوئے کہا۔ "یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ڈیوک اس وقت وہیں تھے۔ کہتے ہیں ایک ہندوستانی عورت نے..."

"میں ساری کیفیت سُن چکی ہوں۔" میڈم ایجلیک نے قطع کلام کر کے کہا۔ "کل تمہارے جانے کے بعد ڈیوک آئے۔ تو میں نے وہ باتیں جو تم نے کہی تھیں۔ ان سے بیان کر دیں..."

"اچھا پھر ؟" شیڈبولٹ نے پرشوق لہجے میں پوچھا۔

"وہ تو یہی کہتے تھے کہ کولین ایسا آدمی نہیں ہے۔ جو دو ڈھائی سو پونڈ رشوت لے کر استغاثہ سے باز رہے۔ بہرحال انہوں نے وعدہ کیا تھا۔ کہ میں کوشش ضرور کروں گا۔ میرا خیال ہے۔ جب ڈیوک اس کے دفتر میں گئے۔ تو ان کا بھائی وہیں موجود تھا۔ کم از کم یہی تھانیدار کا بیان ہے۔ جس نے ملزم کو گرفتار کیا تھا۔ اور یہی اس اخبار میں بھی لکھا ہوا ہے۔"

"اور اس کے بعد اب تک نہیں آئے ؟" مسٹر شیڈبولٹ نے پوچھا۔ "خیر میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر تم میرے ذریعہ کولین کو دو سو کی رقم نہ بھجوا دیتیں..."

"تو کیا تمہارے خیال میں اب کوئی خطرہ نہیں ہے ؟ دیکھنا کہیں دھوکا نہ ہو۔" یہ کہتے ہوئے میڈم ایجلیک نے مسٹر شیڈبولٹ کے چہرہ کو بغور دیکھنا شروع کیا۔

"میں اور تم کو دھوکا دوں ! ہا ! ہا !" شیڈبولٹ نے پریقین لہجے میں کہا۔ "دنیا ادھر کی ادھر ہو

جائے پر یہ غیر ممکن ہے۔ کہ ایماندار آئیک شیڈ بولٹ اپنے محسن اور رفیق کو دھوکا دے۔ منصفی سے کہنا۔ کیا میں ایسا آدمی نظر آتا ہوں۔ جو کسی کو دھوکا دے؟"

"چلو اگر تم نے انتظام ٹھیک کر دیا۔ تو میں اس کے لئے شکریہ ادا کرتی ہوں" فرانسیسی عورت نے آہستہ سے کہا "خدا کرے یہ راز اسی طرح سوتا رہے۔"

ناظرین اس گفتگو سے سمجھ گئے ہوں گے۔ کہ مسٹر شیڈ بولٹ میڈم اینجلیک کے دل میں فرضی خطرہ پیدا کر کے اپنی ضرورتوں کے لئے اس سے بڑی بڑی رقمیں اینٹھا کرتا تھا۔ اب ایک عرصہ سے اس کی فضول خرچی حد سے زیادہ بڑھ چکی تھی۔ اور وہ جوا بھی کھیلنے لگا تھا۔

"پیاری میڈم" اس نے دوبارہ گلاس پر کر کے کیک کا ایک اور ٹکڑا چباتے ہوئے کہا۔ "ڈیوک آف مارچ مونٹ کی رائے اس معاملہ میں کچھ بھی ہو۔ میں خوب جانتا ہوں کہ دنیا میں ہر شخص کو رشوت دی جا سکتی ہے۔ اور کولمین بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں۔ چونکہ وہ اکثر حالات سے واقف ہے۔ اس لئے گاہ بگاہ نذرانہ دینا ہی پڑے گا۔ مگر یہ تو کہئے کیا تحصیل زر کی اب کوئی نئی کوشش نہ کی جائے گی؟ اجازت ہو تو کوئی نئی تجویز پیش کروں۔"

"نہ بس۔" میڈم اینجلیک نے لہجہ استقلال میں کہا "میں نے انسٹیشیا لیمتھم کے معاملہ سے ہی بھر پایا۔ توبہ! میں تو اتنی ڈر گئی تھی۔ کہ پوچھو نہیں۔"

"خیر جانے دو۔" شیڈ بولٹ نے سرسری طور پر کہا۔ "اور اب میں رخصت ہوتا ہوں ادھر سے گزر رہا تھا کہ خیال آیا آپ کی مزاج پرسی کرتا جاؤں۔ اور یہ بھی سمجھا دوں کہ میں نے مسٹر کولمین کو چپ کرا دیا ہے"

"مگر ڈیوک آف مارچ کے متعلق کیسے معلوم ہوا... ؟"

"کہ ان کی حالت ایسی زار ہے؟" شیڈ بولٹ نے سوالیہ فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا "اس میں کونسی بڑی تحقیق درکار تھی ویسٹ اینڈ میں ہر شخص کی زبان پر اس کا چرچا ہے۔ میرے خیال میں تو اسے بھائی کی گرفتاری کا اتنا صدمہ ہوا کہ دماغ چل گیا۔ اور اب ہذیان کر رہا ہے... مگر ہاں میں نے ایک خبر اور بھی سنی ہے۔ وہ ہندوستانی عورت جس نے مخبری کی تھی... تم جانتی ہو وہ جس کو... "

"ہاں ہاں اسے کیا ہوا؟" میڈم اینجلیک نے جلدی سے پوچھا۔

"مر گئی" شیڈ بولٹ نے جواب دیا۔

"مر گئی!" فرانسیسی عورت نے انداز حیرت سے پوچھا۔

"ہاں مر گئی" شیڈ بولٹ نے کہا "مجھے یاد ہے۔ ایک بار تم نے اس عورت اندرا کا حال پوچھا تھا

جس کے ہاں یہ خادمہ رہا کرتی تھی . . .''

"اور تم نے بتایا تھا کہ وہی کولین کو نہایت سے خلاف استغاثہ کے لئے اکسا رہی ہے۔" میڈم ایجلیک نے کہا۔

"کیا واقعی میں نے ایسا کہا تھا؟ ... تب تو ٹھیک ہوگا۔" شیڈبولٹ نے لاپروائی سے جواب دیا۔ کیونکہ تیزی طبیعت کے باوجود اس کا حافظہ کمزور تھا۔ اور وہ ان جھوٹی سچی باتوں کو جو وہ مطلب براری کے لئے اختراع کیا کرتا تھا۔ یاد نہ رکھ سکتا تھا۔

"ذکر اس خادمہ کا تھا جس کا نام شائد... ار... سگونہ تھا۔" میڈم ایجلیک نے کہا۔

"بہت حال تو معلوم نہیں۔ پر اتنا سنا ہے کہ اس کی لاش کی چیر پھاڑ ہوئی۔ تو پایا گیا کہ اس کی موت سانپ کے زہر سے ہوئی تھی۔ سنا ہے ہندوستان سے اپنے ساتھ ایک سانپ لائی تھی۔ اس کا زہر تھیلی کے اندر رہ گیا۔ کم از کم افسر تحقیقات مرگ کی عدالت کا یہ خیال ہے کہ اس کی موت اتفاقی تھی۔ اس سے زیادہ مجھکو معلوم نہیں۔"

اس کے تھوڑی دیر بعد وہ رخصت ہوا۔ اس کے جانے پر میڈم ایجلیک کی حسین خادمہ نے آکر شکایت کی "بی بی آپ کا ملاقاتی جب یہاں آتا ہے۔ ہمیشہ مجھے چھیڑا کرتا ہے۔ میں یہ ذلت برداشت نہیں کر سکتی۔" اس سے میڈم ایجلیک کو بہت رنج ہوا کیونکہ جیسا ناظرین کو یاد ہوگا۔ اب وہ ایک خار رسیدہ پاکباز عورت کی حیثیت اختیار کر چکی تھی۔ اور اپنی نیک نامی کی خاطر آرنرک شیڈبولٹ ایسے لفنگے آدمیوں سے ملنا ناپسند کرتی تھی۔ بہرحال وہ مجبور تھی۔ خیر اس نے خادمہ سے وعدہ کیا۔ کہ اب کی بار مسٹر شیڈبولٹ آئے تو میں ان کو سمجھا دوں گی۔ جس سے لڑکی کا اطمینان ہوگیا۔ اور وہ رخصت ہوئی۔

شیڈبولٹ کی طفل تسلیوں کے باوجود میڈم ایجلیک کو شبہ تھا۔ کہ مسٹر کولین کو دینے کے بہانہ سے دو سو پونڈ جو اس نے مجھ سے لئے تھے۔ انہیں ضرور اپنے ہی پاس رکھ لیا ہے۔ وہ اس خیال سے ہی بہت رنجیدہ تھی۔ اب خادمہ کی شکایت نے اور پریشان کر دیا۔ دل ہی دل میں سوچنے لگی۔ کہ اس نامعقول کی آمد و رفت بند کرنے کے لئے کیا بہانہ پیدا کیا جائے۔ اس ادھیڑ بن میں ہوا خوری کے لئے باغ میں آگئی۔

لارڈ کلینڈن کی گرفتاری نے اگر ڈیوک آف بارج مونٹ کو اتنا بدحال کیا تو یہ بات میڈم ایجلیک کے لئے چنداں باعث حیرت نہ تھی۔ کیونکہ ناظرین کو یاد ہوگا کہ جب برکتے ڈیوک پر وار کیا۔ اور میڈم ایجلیک اسے اپنے مکان پر لے گئی۔ تو بیہوشی کی حالت میں اس نے بعض

ایسی باتیں کہی تھیں جن سے میڈم اینجلیک کو کئی ایک راز معلوم ہو گئے تھے۔ خادمہ سگونہ کی ہلاکت سے اسکو بہت خوشی ہوئی۔ کیونکہ ہر وقت یہ فکر دامنگیر تھی کہ ایسا نہ ہو۔ اس قاتلانہ حملہ کی تحقیقات میں جو برگ اندراپ کرنا چاہتا تھا۔ اگر غلطی سے سگونہ پر سہو گیا۔ میرا نام بھی ظاہر ہو جائے۔ لیکن فکر و تشویش کا یہ ذریعہ گو خادمہ سگونہ کے انتقال سے مٹ گیا تاہم اس کے دل کو پورا سکون اب بھی حاصل نہیں تھا۔ ڈرتی تھی کہ پیچ در پیچ جرموں کا وہ جال جو ڈیوک آف مارچ مونٹ نے اپنے لئے تیار کیا ہے۔ اس کے گرد مضبوط نہ ہو جائے۔ کیونکہ اسی کی سلامتی میں میری بھی سلامتی ہے۔ میرا چونکہ ان تجویزوں اور سازشوں سے گہرا تعلق رہا ہے۔ جو مختلف اوقات میں ڈیوک نے کی تھیں۔ اس لئے کیا عجب ڈیوک کے ساتھ میرے بھی پردے فاش ہو جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آنرک شیڈبولٹ کے جابرانہ مطالبات الگ پریشان کر رہے تھے۔ اب ایک مدت سے وہ حد سے زیادہ دلیر ہو چکا تھا۔ اور اُسے ٹالنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی جب اس کا جی چاہتا چلا آتا۔ نوکروں کو دھمکاتا۔ خادمہ کو چھیڑتا۔ اور میڈم اینجلیک کا بہترین سامان بے تکلف استعمال کرتا تھا۔ اسے اس آدمی سے سخت نفرت ہو چکی تھی۔ اور وہ کسی طرح اس سے پیچھا چھڑانا چاہتی تھی۔ مگر ظاہر ہے اسکی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ غرض کچھ تو ڈیوک آف مارچ مونٹ کے زوال اور کچھ شیڈبولٹ کے عروج کی فکر میں اسے بے حد پریشانی تھی حسن فروشی کا دھندا ترک کر کے علیحدگی کی زندگی اختیار کرنے پر بھی اس کو وہ اطمینان و سکون حاصل نہ ہوا جس کی اسے سب سے زیادہ خواہش تھی۔

جیسا بیان کیا گیا ہے۔ انہی پریشانیوں میں وہ تازہ دم ہونے کے لئے باغ میں نکلی۔ اور روشوں پر چلتی ہوئی اس مرغزار کی طرف ہولی جس کی حدود باغ سے پرے دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ شام کا سہانا وقت تھا۔ اور ٹھنڈی ہوا حدت دماغ کم کر کے سکون پیدا کرتی تھی۔ مگر فرانسیسی عورت کی پیشانی آتش سوزاں کی طرح جل رہی تھی۔ اس کا اضطراب اس آسانی سے رفع نہ ہو سکتا تھا۔ باغ سے گذر کر مرغزار میں ٹہل رہی تھی۔ کہ تھوڑی دور کسی گاڑی کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ میڈم اینجلیک تو خیر اپنے خیالات میں محو تھی۔ لیکن ایسا نہ ہوتا تو بھی درختوں کے سایہ میں اس گاڑی کو نہ دیکھ سکتی۔ اس کا انہماک اتنا بڑھا ہوا تھا کہ جب گاڑی تھوڑے فاصلہ پر ٹھیر گئی۔ تو اس کا بھی علم نہ ہوا۔

لیکن ذرا آگے چل کر وہ ایسے مقام پر پہنچی جہاں درخت اتنے گنجان نہ تھے۔ اور اب

اس نے دیکھا کہ وہ ایک سفری گاڑی ہے اسکے ساتھ ہی پس پشت قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس آواز کو سن کر پیچھے مڑی۔ تو کیا دیکھتی ہے کہ دو آدمی جنہوں نے ادنےٰ قسم کا لباس پہنا ہوا ہے۔ اس کی طرف چلے آ رہے ہیں۔ یہ لوگ شکل و صورت سے کھیتوں میں کام کرنے والے مزدور نظر آتے تھے۔ اور دونوں کے ہاتھ میں ایک ایک مضبوط ڈنڈا تھا۔ میڈم اینجلیک انہیں دیکھکر ڈر گئی خصوصاً اس لئے کہ اس پاس کوئی مددگار نہ تھا۔ بدقسمتی سے نوکر کسی کام پر گئے ہوئے تھے۔ گویا کوٹھی میں بھی خادمہ کے سوا کوئی نہ تھا۔ ان کے منہ سے بے اختیار چیخ نکلا چاہتی تھی۔ کسانوں میں سے ایک نے سختی سے کہا "خبردار جو بولیں۔ ہم تمہیں کو لینے آئے ہیں۔ چپ چاپ چلی آؤ۔ مقابلہ بے سود ہے"

اتنا کہہ کر ایک نے اس کا بازو پکڑا۔ اور دوسرے نے کمر کے گرد ہاتھ ڈال دئے۔ ساتھ ہی دونوں نے کہا "دیکھو شور نہ ہو۔ ورنہ تمہارے لئے خطرہ ہے۔" مگر ان دھمکیوں کے باوجود بدنصیب عورت کے منہ سے پے درپے دو تین چیخیں نکلیں۔ ایک آدمی نے جھٹ اپنا ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا۔ اور دوسرے نے کان میں کہا "ڈیوک آف آرچ مونٹ سے اپنے تعلقات یاد کرو۔ انہیں کے سلسلہ میں تمہاری ضرورت ہے"

ان لفظوں نے میڈم اینجلیک پر سکتہ کی حالت طاری کر دی۔ چہرہ پر وحشت برسنے لگی اور شدت اضطراب سے بدن میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ عین اس وقت۔ ایک آدمی گھوڑا دوڑاتا ہوا پاس آتا دکھائی دیا۔ اور آناً فاناً سر فریڈرک لینتھم مدد کے لئے پہنچ گیا۔

یہ معلوم کئے بغیر کہ یہ لوگ کون ہیں۔ اور اس بات کو بھی نظرانداز کرکے کہ شائد اس عورت نے ہی کوئی خطا کی ہو جس کے لئے یہ اس کو پکڑے ہوئے ہیں وہ آتے ہی ان سے الجھ گیا۔ اور تینوں کی کشتی ہونے لگی۔ سر فریڈرک کی عمر ہر چند عہد شباب سے گذر چکی تھی۔ مگر اس کے قوا میں فرق نہ آیا تھا۔ جھٹ حملہ آوروں میں سے ایک کا ڈنڈا چھین کر اس سے اس پر وار کیا۔ اور وہ فوراً کر زمین پر گرا۔ دوسرے نے یہ حال دیکھا تو گھبرا کر بھاگ نکلا۔ میڈم اینجلیک انداز تشکر سے سر فریڈرک لینتھم کا بازو تھام کر کھڑی ہو گئی۔ مگر فرط خوف سے ایک لفظ تک نہ کہہ سکی۔

سر فریڈرک نے اس آدمی کی طرف جو فرش زمین پر گر گیا۔ اور اب بدقت اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ قہر آلود نظروں سے دیکھا۔ اور کہا "بدمعاشو یہ کیا حرکت ہے؟"

الفاظ اس کے منہ سے نکلے ہی تھے کہ ایک نوجوان تیز چلتا موقعہ واردات پر پہنچ گیا یہ کرسچن اسٹیشن تھا جو سر فریڈرک لینتھم کو فرانسیسی عورت کی مدد کے لئے جاتے دیکھ کر سفری

گاڑی سے اترا تھا۔

سرفریڈرک نے اس کو فوراً پہچان لیا۔ کریچن نے آتے ہی کہا "سرفریڈرک مہربانی سے رائے قائم کرنے میں جلدی نہ کیجیئے۔ میں ان لوگوں کے لئے جواب دہ ہوں۔ مگر علیحدگی میں ایک ضروری گذارش سن لیجئے۔"

سرفریڈرک کو ان لفظوں سے بہت تعجب ہوا۔ بہرحال اس نے کہا "میرے نوجوان دوست تمہاری موجودگی اس بات کی ضمانت ہے۔ کہ اس عورت کو بے وجہ تکلیف دی جائیگی"

کریچن میڈم اینجلیک کے پاس گیا۔ اور اس کے کان میں کہنے لگا "سنو میں خاتون انفرا خادمہ مسگونہ اور بدمعاش ڈیوک آف مارچ مونٹ کے واقعات کے نام پر حکم دیتا ہوں کہ جہاں کھڑی ہو وہیں ٹھیری رہو۔ بھاگنے کی کوشش کروگی تو تمہارے جرموں کو اسی وقت ظاہر کردوں گا"

بدنصیب عورت حالت خوف میں وہیں ٹھیر گئی۔ اور کریچن اس آدمی سے مخاطب ہوا جسے سرفریڈرک لیسٹم نے فرش زمین پر گرایا تھا۔ اور اب بدن سہلاتا ہوا۔ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

اس سے کہنے لگا "جاؤ اپنے ساتھی کے پیچھے جاؤ۔ اور اسے فوراً واپس لاؤ وہ سخت بزدل ثابت ہوا ہے۔ تمہیں یاد رکھنا چاہیئے تھا۔ کہ میں تمہاری امداد سے غافل نہیں۔"

وہ آدمی اپنے ساتھی کے تعاقب میں چلا گیا۔ تو کریچن سرفریڈرک لیسٹم کی طرف مڑا۔ اس بات کا اطمینان کرنے کے بعد کہ میڈم اینجلیک فرار نہ ہوگی اس نے کہا "سرفریڈرک تفصیلات سے قطع نظر میں چند لفظوں میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں۔ کہ جس کارروائی کو آپ نے جلدی میں زبردستی بے محمول کیا تھا۔ وہ درحقیقت عمل الصاف کا ایک ضروری جزو ہے۔"

اس کے بعد اس نے سرفریڈرک لیسٹم کو اختصار کے ساتھ بعض حالات سنائے۔ جنہیں اس نے گہری توجہ سے سنا۔

بیان کے خاتمہ پر کریچن نے کہا "اطمینان فرمائیے کہ یہ کارروائی میڈم اینجلیک سے ہی مخصوص نہیں۔ اس بدمعاش کی نسبت بھی یہی کرنا ہوگا۔ جو اب تک خلاصیوں کے بھیس میں آوارہ پھر رہا ہے۔"

"میں نے بھی اخباروں میں پڑھا تھا۔ کہ وہ ایک مفرور ملزم ہے جس کی گرفتاری کے لئے معقول انعام مشتہر کیا گیا ہے۔" سرفریڈرک نے تسلیم کیا۔

"دراصل اس کا نام بیرک ہے" کریچن نے کہا۔ "بعض حالات سے جو اب تحقیق ہوئے میں پتہ چلتا ہے مگر نہیں۔ یہ تفصیل میں پھر عرض کروں گا۔ سردست وقت کم ہے۔"

کریچن کے بیان سے سرفریڈرک کی غلط فہمی رفع ہو گئی۔ کہنے لگا "اگر یہ بدمعاش اب تک آس پاس

چھپا ہوا ہے ۔ تو ضرور میرے ہاتھ آئے گا ۔ کیونکہ میرے آدمی ہر وقت اسکی تلاش میں لگے رہتے ہیں ۔ اس صورت میں میں فوراً اطلاع بھیجوں گا میری طرف سے مہارانی کو یقین دلائیے کہ میں ان کا ادنےٰ خادم ہوں ۔ وہ جو حکم دیں اسکی فوراً تعمیل کی جائے گی ۔"

اتنے میں کرسچن نے دیکھا کہ دونوں آدمی جنہوں نے میڈم اینجلیک کو پکڑا تھا کمرے میں آ گئے ۔

"میڈم اینجلیک" سر فریڈرک لینتھم نے فرانسیسی عورت کو مخاطب کر کے سختی اور سرد مہری کے لہجہ میں کہا ۔ "میں نے پولس کرنل کو مدد دی تھی ۔ اس نوجوان کی زبانی جو حالات معلوم ہوئے ہیں ۔ ان سے پتہ چلتا ہے ۔ کہ یہ کام نہایت ضروری ہے ۔ میرے خیال میں تمہاری اپنی بہتری اسی میں ہے کہ چپ چاپ ان لوگوں کے ساتھ چلی جاؤ ۔"

"ہائے افسوس ! مجھ بدنصیب کا اب کیا حال ہو گا ؟" فرانسیسی عورت نے پریشانی سے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا ۔ "صاحب خدا کے لئے مجھ پر رحم کیجئے ۔ میں اپنے وطن فرانس کو چلی جاؤں گی ۔ اور پھر کبھی اس ملک میں واپس نہ آؤں گی ۔ ۔ ۔"

"یہ التجائیں محض بے سود ہیں" سر فریڈرک نے سختی سے کہا ۔ "بھلائی اسی میں ہے کہ مسٹر ایشٹن کے ساتھ چلی جاؤ ۔ ورنہ تمہیں ازروئے قانون گرفتار کرنا پڑے گا ۔"

"مگر خدا معلوم یہ لوگ مجھ سے کیسا برتاؤ کریں گے ۔" فرانسیسی عورت نے نامعلوم خطروں سے ڈر کر کہا

"دوست اس سوال کا میرے پاس کچھ جواب نہیں" سر فریڈرک نے کہا ۔ "مگر میں پھر کہتا ہوں کہ مزاحمت سے کچھ حاصل نہیں خوشی سے ان لوگوں کے ساتھ چلی جاؤ گی تو عجب نہیں ہر طرح کی سختی سے محفوظ رہو"

"یہ لڑکا بظاہر بہت شریف اور نیک معلوم ہوتا ہے ۔" فرانسیسی عورت نے کرسچن کی طرف دیکھ کر کہا "صاحب میں اپنے آپ کو تمہارے رحم پر ڈالتی ہوں ۔ خدا کے لئے ایک بیکس عورت پر سختی نہ کیجئے ۔ مجبوراً آپ لوگوں کے ساتھ چلتی ہوں ۔"

یہ کہتے ہوئے بھی اس نے پریشانی سے دونوں ہاتھ ملنے شروع کئے ۔ اور اتنی بے چین ہو گئی کہ دو آدمیوں کو اسے اٹھا کر گاڑی تک لے جانا پڑا ۔

کرسچن نے تھوڑی دیر سر فریڈرک لینتھم سے باتیں کیں اسکے بعد رخصت ہوا ۔ اور اسی گاڑی میں سوار ہو گیا ۔ سر فریڈرک نے بھی اپنا گھوڑا جس کی لگام اس نے میڈم اینجلیک کو مدد دیتے وقت ایک درخت کی شاخوں سے باندھ دی تھی کھول لیا ۔

گاڑی ایک طرف کو چلنے لگی ۔ مگر سر فریڈرک میڈم اینجلیک کی کوٹھی کے دروازہ کی طرف ہو لیا یہاں پہنچ کر اس نے گھنٹی بجائی ۔ اور وہی حسین خادمہ دروازہ کھولنے حاضر ہوئی ۔

اس سے مخاطب ہو کر سر فریڈرک نے کہا "دیکھو تمہاری مالکن بعض ضرورتوں سے کچھ عرصے کے لئے باہر جانے پر مجبور تھیں۔ وہ ابھی ابھی گاڑی میں بیٹھ کر گئی ہیں۔ مگر ان کی بہتری کے لئے میں تم کو صلاح دیتا ہوں کہ اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ بلکہ کوئی پوچھے تو بہانہ کر دینا یہ کہہ دینا کہ وہ ایک ضروری کام پر باہر گئی ہیں۔ یا جو عذر مناسب نظر آئے پیش کر دینا۔ غالباً تم مجھے پہچانتی ہو اور میرے کہنے پر اعتبار ہوگا"

اتنا کہہ کر سر فریڈرک نے گھوڑا پھیر لیا۔ اور خادمہ حسین حیران ششدر دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی بے شمار قیاسات اس کے دل میں پیدا ہوتے تھے۔ مگر کسی ایک پر بھی پورا یقین نہ کر سکتی تھی۔

سورج غروب ہو چکا تھا۔ بڑھتی ہوئی تاریکی میں سر فریڈرک بلیم ہل کی طرف واپس ہوا۔ مگر بہت دور نہ گیا تھا۔ کہ سڑک کے ایک ویران حصہ میں ایک آدمی نظر آیا۔ جو اس کے آگے آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ سر فریڈرک نے سمجھا کوئی پھیری والا کام کی تلاش میں پھر رہا ہے۔ اس نے اپنا مختصر سامان تھیلے میں ڈال کر کندھے پر رکھی ہوئی لاٹھی کے سرے پر لٹکا رکھا تھا۔ کپڑے بھی پھٹے تھے۔ سر فریڈرک پاس سے گذرا تو اس نے بھیک مانگنے کو ہاتھ پھیلا دیا۔ مگر سر فریڈرک کی صورت دیکھی تو جھٹ ایک طرف کو ہٹ گیا۔ مگر اتنے میں سر فریڈرک نے بھی اس کو پہچان لیا تھا فوراً گھوڑے سے کود کر حملہ آور ہوا۔ اور آن واحد میں اس کو فرش زمین پر گرا لیا۔

سینہ پر گھٹنہ ٹیک کر ایک ہاتھ سے اس کا گلا دباتے ہوئے سر فریڈرک نے کہا "میں تم کو اچھی طرح جانتا ہوں تمہارا نام برکر ہے۔ چند دن پہلے تم جہازی خلاصیوں کے بھیس میں پھرا کرتے تھے۔ اب کی بار میں نہ چھوڑوں گا۔ زندہ یا مردہ میرے ہی پاس رہو گے۔"

یہ کہتے ہوئے سر فریڈرک نے اس کا ڈنڈا چھین کر دور پھینک دیا۔ برکر نے بہت زور سے مقابلہ کیا۔ اور ممکن تھا اس جد وجہد میں سر فریڈرک بیتیم کو زک اٹھانی پڑتی۔ مگر اتنے میں پاس کے کھیتوں سے دو مزدور مدد کے لئے پہنچ گئے۔ تینوں نے مل کر برکر کو باندھ لیا اور سر فریڈرک کے مکان پر لے گئے۔

اگلے دن اس گرفتاری کی خبر کرچن اسٹیشن کو بھیجدی گئی جس نے فوراً شکریہ کی چٹھی لکھی۔ وہ رات برکر نے تھیوڈر ہوس کے تہ خانہ میں بسر کی۔ اگلے دن شام کو کرسچن سفری گاڑی میں بیٹھ کر اسے لینے کو آگیا جن آدمیوں نے برکر کی گرفتاری میں مدد دی تھی وہ اس کی حفاظت کے لئے ساتھ بھیجے گئے اور گاڑی کسی نامعلوم مقام کی طرف روانہ ہو گئی۔

اکیسویں جلد ختم ہوئی

خونی تلوار

رینالڈس کے بینظیر تاریخی ناول میسیکر آف گلنکو کا اردو ترجمہ

منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے قلم سے

رینالڈس کے ناولوں میں نیا اور نہایت لاجواب جس کا ترجمہ اب پہلی بار اردو میں کیا گیا ہے اس ناول کا پلاٹ بالکل ایسے ہی سانحہ پر حاوی ہے جیسے سنہ ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں پیش آیا تھا۔ ایسے ہولناک واقعہ پر رینالڈس کی تحریر۔ پڑھیئے نہیں اس پر کیسی کچھ دلچسپیاں مرکوز ہیں۔

گلنکو کا قتل عام ایک تاریخی تتمہ ہے۔ اتنا خوفناک کہ مورخ اب تک اس کا ذکر کرتے ہوئے کانپتے ہیں رینالڈس نے اپنی جادو نگاری سے اس واقعہ کو جس رنگ میں پیش کیا ہے وہ اسی کا حصہ سمجھنا چاہیئے۔

قومی غیرت کی تصویر۔ آزادی کی حمایت میں قربانی کا نظارہ۔ سیاسی مظالم کی نہ بھولنے والی داستان مکمل ۴۸۵ صفحہ قیمت للعہ روپیہ

باپ کا قاتل

رینالڈس کے زبردست ناول پیری ساونڈ کا ترجمہ

منشی شمیم الدین صاحب پشاوری کے قلم سے

کیا یہ بتانیکی حاجت ہے کہ یہ ناول کتنا دلچسپ ہے؟ کیا اس کا نام ہی نفس مضمون کا مظہر نہیں ہے؟

باپ اپنے چھوٹے بچہ کو زانو پر بٹھا کر پیار کرتا اور اس کے نرم چمکیلے اور گھونگھریالے بالوں پر ہاتھ پھیرتا ہے یہاں تک کہ محبت میں وہ اپنی قابل فخر انسانی حالت کو بھی قطعی فراموش کر دیتا ہے۔ اور صرف یہ امید اس کے لئے باعث راحت ہوتی ہے کہ میں اپنے بچہ کے لئے وافر دولت کما سکوں۔ اسی فکر میں اسکی ساری زندگی بسر ہوتی ہے۔ الٰہی یہی بچہ جوان ہو کر باپ کو قتل کرے!۔۔ یہی ننھے ننھے ہاتھ اتنے قوی ہو جائیں کہ اس پر محبت دل میں خنجر بھونک دیں جو ہر وقت اسی کیلئے فکرمند اور مضطرب رہتا تھا۔ ہائے کیا فطرت انسانی اس درجہ قابل نفرین ہو سکتی ہے؟ نہایت زندہ دار۔ برابر درجہ غائت درجہ سبق آموز مکمل ۶ جلدیں ۱۱۶۰ صفحے قیمت للعہ

لال برادرس ۷، پارسنز روڈ نولکھا لاہور

ہمارے مطبوعات کی مختصر فہرست

وہ ناول جو اب تک ہمارے اہتمام سے شائع ہو چکے ہیں

جارج ڈبلیو ایم ۔ رینالڈس

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
فسانہ لندن (۸ حصے)	مسٹریز آف لندن (سلسلہ اول)	منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری	۲۳۴۸	[illegible]
” (۷ حصے)	(سلسلہ ثانی)	”	۲۶۴۱	[illegible]
باپ کا قاتل (۶ حصے)	پیری سلنڈا	منشی شمیم الدین صاحب بھوری	۵۱۶	[illegible]
خونی تلوار	میبیکر آف گلنکو	منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری	۸۵۲	[illegible]

مارس لیبلانک

انقلاب یورپ	۸۱۳	منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری	۵۱۰	[illegible]
شریف بدمعاش (۲ حصے)	کنفشنز آف آرسین لوپن	”	۱۷۰	[illegible]
چلتا پرزہ	آخری حصہ	”	[illegible]	۲ر
خونی ہیرا (۲ حصے)	ایٹ ہنٹ آف آرسین لوپن	”	۱۹۶	[illegible]
خونی چراغ	جیباشرلپ	”	۱۰۳	۱۲ر

ایڈگر جیپسن اور مارس لیبلانک

نقلی نواب	آرسین لوپن	منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری	۲۴۴	[illegible]

ولیم لکیو

منزل مقصود	ہنڈ اپ	منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری	۲۵۰	[illegible]

الگزینڈر ڈوماس

وطن پرست	ریجینٹس ڈاٹر	منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری	۳۴۰	[illegible]

رابرٹ ہچنز اور لارڈ فریڈرک ہملٹن

دو جہان کا خراج	ٹریبیوٹ آف سولز	منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری	۶۴	[illegible]

شاعر رابندر ناتھ ٹیگور وغیرہ

افسانہ بنگال		منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری	۱۲۵	[illegible]
مکاؤں کا تاج	ٹکٹ		۲۵	[illegible]

لال برادرس ۷ سپارسنز روڈ نولکھا لاہور